عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۱ | یکم تا ۷/صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۶ تا ۱۲/اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ:۴۵

قیمت: ۷ روپے

ابراہیم ثانی اور ظلی حج

قادیانی دعوؤں کے دو رُخ

عبادت کے آداب و تقاضے

اُمتِ مسلمہ کا اعزاز

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علمی فضل و کمال

غیبت اور اس کے تباہ کن اثرات

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نشانیاں:

س:...... قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں، جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے، براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ مزید برآں مسلمان انہیں کس طرح پہچانیں گے اوران کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟

ج:...... قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے لیکن جس طرح قیامت کا وقت معین نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئے گی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں کیا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو۔'' (سورۂ زخرف)۔ بہت سے اکابر صحابہؓ و تابعینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے، قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے: ''اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے، مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ۔'' (سورۂ نساء)

اور حدیث شریف میں ہے: ''اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں، عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا، قد میانہ، رنگ سرخ و سفید، بال سیدھے، بوقت نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو، ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیب تن ہوں گی، پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو بند کریں گے اور تمام مذاہب کو معطل کردیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کردیں گے، زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہوجائے گا، یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ، بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، زمین پر رہیں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، پس مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔'' (مسند احمد صفحہ ۴۳۷ جلد ۲، فتح الباری صفحہ ۴۹۳ جلد ۶ مطبوعہ لاہور، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۱۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جو واقعات احادیث طیبہ میں ذکر کئے گئے ہیں، ان کی فہرست خاصی ہے، (جو) مختصراً (یہ ہیں):

☆ آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا ☆ آپ کا عین نماز فجر کے وقت اترنا ☆ حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لئے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا ☆ نماز میں آپ کا قنوت نازلہ کے طور پر یہ دعا پڑھنا: ''قتل اللہ الدجال'' (اللہ تعالیٰ دجال کو قتل کردے) ☆ نماز سے فارغ ہوکر آپ کا قتل دجال کے لئے نکلنا ☆ دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا ☆ ''باب لد'' پر آپ کا دجال کو قتل کرنا اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دکھانا ☆ قتل دجال کے بعد تمام دنیا کا مسلمان ہوجانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا عام حکم دینا ☆ آپ کے زمانہ میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں ☆ کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا اور چارسو فساد پھیلانا ☆ ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رفقاء سمیت کوہ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی کا پیش آنا ☆ بالآخر آپ کی بددعا سے یاجوج ماجوج کا یکدم ہلاک ہوجانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا اور پھر زور کی بارش ہونا اور یاجوج ماجوج کے بقیہ اجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا ☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنوکلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا ☆ ''فج الروحا'' نامی جگہ پہنچ کر حج وعمرہ کا احرام باندھنا ☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر کے اندر سے جواب دینا ☆ وفات کے بعد روضۂ اطہر میں آپ کا دفن ہونا ☆ آپ کے بعد مقعد نامی شخص کو آپ کے حکم سے خلیفہ بنایا جانا اور مقعد کی وفات کے بعد قرآن کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اٹھ جانا ☆ اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا، نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور مومن وکافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

مدیر
مولانا اللہ وسایا

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

شمارہ:۴۵ | یکم تا ۷/صفر المظفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۶ تا ۱۲/ اپریل ۲۰۰۳ء | جلد:۲۱

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ 4
امت مسلمہ کا اعزاز 6
(مولانا اخلاق حسین قاسمی)
ناقابل فراموش اور حیرت انگیز 8
(مولانا محمد اکرم طوفانی)
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علمی فضل و کمال 10
(مولانا شاہ معین الدین ندوی)
غیبت اور اس کے تباہ کن اثرات 14
(مرتبہ ابو یوسف)
عیادت کے آداب اور تقاضے 18
(مفتی احمد عبدالحسیب تنویر قاسمی)
ابراہیم ثانی اور ظلی حج...... قادیانی دعووں کا انجام 22
(مولانا: محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2
الائیڈ بینک حضوری باغ روڈ برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا :۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ :۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت،
مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک :۱۶۰ امریکی ڈالر

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۸۳۴۸۶_۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سازش کا سد باب ضروری ہے

قادیانیوں نے اسلام کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے لیکن اسلام ہے کہ روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔ سالوں اور مہینوں میں نہیں بلکہ شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہو جس میں غیر مسلم اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ ان میں سے ہر ایک تو مسلم عقیدۂ ختم نبوت کا اقرار کر کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی یعنی ''خاتم النبیین'' مانتا ہے۔ اس کے برعکس قادیانی مذہب کے پیروکاروں کی تعداد سالوں اور مہینوں میں نہیں بلکہ آئے دن گھٹتی جا رہی ہے اور کئی نیک بخت افراد بلکہ پورے کے پورے گھرانے قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان صفحات میں چھپنے والی سطور کو شاید بعض لوگ مبالغہ آرائی تصور کرتے ہوں لیکن اخبارات میں آئے دن جن قادیانیوں کے قبول اسلام کی خبریں آتی ہیں وہ تو ظاہر ہے کہ کسی طور بھی یکطرفہ یا بددیانتی پر مبنی نہیں ہو سکتیں اور یہ خبریں کسی خاص خطے یا علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ مذکورہ حوالے سے ان خبروں کا حصہ رہے ہیں۔ قادیانیوں کی جانب سے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کی ایک سازش کے طور پر چند سالوں سے یہ طریقہ واردات اختیار کیا جا رہا ہے کہ قادیانی نوجوان لڑکے لڑکیاں مسلمان نوجوان لڑکے لڑکیوں سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے دھوکہ سے بیاہ رچا لیتے ہیں اور شادی کے کچھ عرصے بعد اپنی اصلیت ظاہر کر کے زوج کو بھی قادیانیت اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں اس نوعیت کے ایک اور واقعہ کا انکشاف اس وقت ہوا جب ایک مسلمان لڑکی نے گلوخلاصی کے لئے عدالت سے رجوع کیا۔ اس حوالے سے جو خبر شائع ہوئی اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے:

''قادیانی نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے حافظ قرآن لڑکی سے شادی کر لی

مذہب تبدیل کرنے کے لئے نائلہ پر دباؤ، تشدد، عدالت پہنچ گئی، تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا

چنیوٹ (نمائندہ خبریں) قادیانی نوجوان نے حافظ قرآن مسلمان لڑکی سے شادی کر لی نوجوان نے شادی سے پہلے خود کو مسلمان ظاہر کیا۔ تفصیل کے مطابق نائلہ اکرم کی شادی آصف علی سے دو سال قبل ہوئی تھی۔ آصف نے شادی کے بعد بیوی کو قادیانی بنانے کے لئے کوشش شروع کر دی، جب نائلہ نے انکار کیا تو اس پر تشدد کیا اور اسے اذیتیں دیتا رہا، ایک روز وہ موقع پا کر فرار ہو کر چنیوٹ کی عدالت پہنچ گئی اور تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا، جس کی پیروی جنرل سیکریٹری ہیومن رائٹس اینڈ ویلفیئر کونسل چنیوٹ میاں محمد یوسف خیالی ایڈووکیٹ کر رہے ہیں۔'' (روزنامہ خبریں کراچی ۲۲/ مارچ ۲۰۰۳ء)

قادیانیوں نے دھوکہ دہی پر مبنی اس طریقہ واردات کے ذریعہ متعدد مسلم خواتین کی دنیوی اور اخروی زندگیاں تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن مسلم خواتین نے ہمیشہ اس کا مقابلہ پامردی سے کیا اور قادیانیت کے مقابلہ میں اسلام کو ترجیح دی۔ ایسی خواتین نے قادیانی مردوں سے فوراً علیحدگی اختیار کر لی۔ یہی صورتحال مسلم نوجوانوں کی رہی۔ انہوں نے اسلام پر کوئی سودے بازی نہیں کی اور زبان حال سے قادیانیت پر لعنت بھیج کر اس کے باطل مذہب ہونے کا اعلان کیا۔

ہم ان سطور کے ذریعہ حکومت سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جس مسلم خاتون کا مذکورہ بالا خبر میں تذکرہ کیا گیا ہے، اسے انصاف دلایا جائے اور اس سے دھوکہ دہی کے ذریعہ نکاح کرنے والے قادیانی کو عبرتناک سزا دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی مطالبہ ہے کہ آئے دن قادیانیوں کی جانب سے ہونے والی اس قسم کی دھوکہ بازی کے خلاف موثر قانون سازی کی جائے اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے تاکہ ملک میں اس حوالے سے پائی جانے والی بے چینی کا سد باب ہو سکے۔

مدعیانِ مہدویت میں ایک اور اضافہ

دعویٰ نبوت اور دعویٰ مہدویت عرصہ دراز سے عقل وخرد سے عاری اشخاص کا تختہ مشق رہے ہیں۔ ہر ایرا غیرا نتھو خیرا ان دعووں کے ذریعہ سستی شہرت کا طالب رہتا ہے۔ مرزا قادیانی سے لے کر آج تک غالباً سینکڑوں اشخاص نے اس قسم کے دعوے کئے ہوں گے اور اس کے نتیجے میں ذلت کا منہ دیکھا ہوگا لیکن ہنوز بہتیرے اشخاص ایسے ہیں جن کے سر میں آئے دن یہ سودا سماتا رہتا ہے۔ گزشتہ دنوں حیدرآباد کے رہنے والے محکمہ ڈاک کے ایک افسر شمس الحسن زیدی کو ہدایت کے بجائے گمراہی وضلالت کی سوجھی اور اس نے امام مہدی

ختم نبوۃ

ہونے کا دعویٰ کر دیا۔اس رسالے کی مختلف اشاعتوں میں وقتاً فوقتاً قارئین اس قسم کے مضامین پڑھتے رہتے ہیں جن میں حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں مکمل' جامع اور مستند معلومات درج ہوتی ہیں۔ان معلومات کی موجودگی میں ہر قاری درج ذیل خبر میں کیے گئے شمس الحسن زیدی کے دعوے کو پرکھ سکتا ہے اور صحیح اور غلط کی شناخت کر سکتا ہے:

''لطیف آباد: محکمہ ڈاک کے افسر کا امام مہدی ہونے کا دعویٰ

شمس الحسن زیدی نامی شخص نے مختلف سرکاری افسران اور نجی ٹی وی چینلوں کو لکھے گئے خطوط میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے

حیدرآباد (رپورٹ محمد حسام شیخ) لطیف آباد نمبر ۶ کے رہائشی محکمہ ڈاک کے افسر سید شمس الحسن زیدی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔تفصیلات کے مطابق لطیف آباد نمبر ۶ مکان نمبر ۱۵۷ گراؤنڈ فلور بلاک نمبری کے رہائشی سید شمس الحسن زیدی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔سید شمس الحسن زیدی کی جانب سے مختلف سرکاری افسران اور نجی ٹی وی چینلوں کو لکھے گئے خطوط میں بتایا ہے کہ میں مکمل ہوش و حواس کے عالم میں اللہ کو حاضر ناظر جانتے ہوئے ۳۱ صفحات پر مبنی ناقابل تردید ثبوت آپ کو ارسال کر رہا ہوں جو کہ واضح طور پر اولیاء اللہ کی شہادتوں' قرآنی آیات اور صحیح احادیث نبویؐ کے ذریعے مجھے امام مہدی ثابت کرتی ہیں۔اور ولی حق عبدالرحمٰن گرحوڑی ملعب کی ۲۳۲ سال پرانی پیشگوئی کے صفحہ نمبر ۶ پر درج ہے کہ سندھ میں ایک ولی حق پیدا ہوگا جس کا نام شمس ہوگا اس کی ذات سید ہوگی' اس کی بائیں آنکھ پر تل کا نشان ہوگا۔وہ حیدرآباد سندھ میں ہوگا اور بحیثیت امام آخر زمان مہدی تمام دنیا پر سات سال حکومت (خلافت) کرے گا۔اور یہ سب نشانیاں مجھ پر سو فیصد سچ ثابت ہوئی ہیں۔سید شمس الحسن زیدی کی جانب سے مختلف افسران کو بھیجے گئے دستاویزی کاغذات میں شامل صفحہ نمبر ۲۵ پر حضرت نعمت اللہ شاہ ولی اللہ علیہ کی ۸۵۰ سال پرانی پیشگوئیوں کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ محرم کے مہینے سے جنگ عظیم کا آغاز ہوگا' چنانچہ اس سال محرم سے جنگ عظیم کا آغاز ہوگیا ہے' جبکہ ایک ساتھ چاند گرہن اور سورج گرہن ہونے کے بعد امام مہدی آخر زمان ظاہر ہوں گے۔چنانچہ گزشتہ سال ۱۴ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن ایک ساتھ واقع ہوئے ہیں۔لہٰذا اب بحیثیت امام مہدی آخر زمان کے میرا ظہور ہوا ہے' سید شمس الحسن زیدی کی جانب سے جاری کیا گیا۔۳۱ صفحات پر مشتمل حضرت مہدی ہونے کے دعوے میں دیگر کئی پیشگوئیوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔'' (روزنامہ اسلام ۲۴/ مارچ ۲۰۰۳ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اللہ رب العزت نے یہ اعزاز عطا فرمایا ہے کہ ہر مدعی نبوت و مدعی مہدویت کے خلاف سب سے پہلے اس جماعت نے آواز اٹھائی ہے اور ایسے کذاب اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچایا ہے۔اس مرتبہ بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہل کی اور جماعت کے مرکزی رہنما مولانا احمد میاں حمادی نے متعلقہ حکام کو پیش کردہ درخواستوں میں واضح کیا کہ ملزم شمس الحسن زیدی نے مہدی آخر الزمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام مہدی کی متعدد واضح علامات بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک بھی ملزم پر صادق نہیں آتی' ملزم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی علامات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اپنی خود ساختہ شیطانی علامات بیان کر کے ''دعوت عامہ'' پر مشتمل ایک خط اپنے دستخطوں سے جاری کیا ہے' جس میں توہین رسالت کا ارتکاب بھی کیا گیا ہے' جبکہ موجودہ حکومت کو منافق قرار دے کر تمام صوبائی اور وفاقی دفاتر پر قبضہ کرنے کا باغیانہ اقدام کرنے کا بھی عزم کیا گیا ہے' اس لئے فی الفور اس کے خلاف توہین رسالت اور ملک سے بغاوت کے الزام میں مقدمہ درج کر کے قانونی کارروائی کی جائے۔حیدرآباد میں تعینات جماعت کے مبلغ مولانا محمد نذر عثمانی نے ایک اخباری نمائندے کو بتایا کہ جھوٹے مدعی شمس الحسن زیدی کے بارے میں جلد لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا اور اس سلسلے میں جلد ہی علماء کرام کا ایک اجلاس ہونے والا ہے۔

شمس الحسن زیدی شاید مہدویت کو بھی محکمہ ڈاک کی افسری پر قیاس کر بیٹھے ہیں۔یہی سودا مرزا غلام احمد قادیانی کے سر میں اس وقت سمایا تھا جب وہ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ملازم تھا۔اگر شمس الحسن زیدی کو اپنی عاقبت عزیز ہے تو اسے ہر قیمت پر اس دعویٰ سے توبہ کر کے عقائد اہل سنت والجماعت اختیار کرنے ہوں گے ورنہ وہ دنیا و آخرت میں رسوائی کا شکار ہونے کے لئے تیار رہے۔

حکومت پاکستان پر بھی یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ آئے دن ہونے والے دعویٰ نبوت اور دعویٰ مہدویت کی روک تھام کے لئے سختی سے کام لے دعویٰ نبوت تو ناموس رسالت کے قانون کی زد میں آجاتا ہے لیکن دعویٰ مہدویت کے خلاف کوئی ٹھوس قانون موجود نہیں۔یہ امت مسلمہ کے لئے ایک حساس مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے تو اس کے حوالے سے قانون سازی آج تک کیوں نہیں کی گئی؟ بہر حال ایسی قانون سازی وقت کی اہم ضرورت ہے جس پر فوری توجہ دی جانی چاہئے۔

ختم نبوۃ

امت مسلمہ کا اعزاز

مولانا اخلاق حسین قاسمی

حدیث پاک کے مطابق امت مسلمہ اپنے اصلی معیار و مقام سے گرنے کے بعد جب زوال اقتدار کے دور میں داخل ہوگئی' اس وقت بھی اسے دنیوی رزق و روزی اور بوقت ضرورت نصرت آسمانی سے نوازا جاتا رہا اور نوازا جاتا رہے گا۔

اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ آخری امت توحید الٰہی اور تمام انبیاً علیہم السلام کی عظمت کی امین و محافظ ہے' اس وصف کو قرآن کریم نے وارث کتاب الٰہی کے یقین سے تعبیر کیا ہے۔

تشریح و ترجمہ:

"پھر ہم نے الکتاب (قرآن و دیگر کتب آسمانی) کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اس وراثت کے لئے اپنے بندوں میں سے چن لیا' اب ان میں سے کچھ لوگ اپنے اوپر زیادتی (گناہوں کی) کرتے ہیں اور کچھ لوگ بیچ کے راستہ پر ہیں اور کچھ نیکیوں کی راہ پر آگے بڑھ جانے والے ہیں' خدا کی توفیق سے' یہ قدرت کا ان پر بہت بڑا فضل ہے' ان سب (تینوں جماعتوں) کے لئے دائمی باغات عیش ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے' وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا' اور وہ خدا کا شکر ادا کریں گے یہ کہہ کر کہ: خدا نے ہم سے رنج و غم دور کر دیا' بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدردان ہے۔" (الفاطر: ۳۲'۳۴)

جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت میں مذکور تینوں گروہ جنتی ہیں:

بعض لوگوں نے پہلے گروہ "ظالم لنفسہ" کو امت سے خارج قرار دیا ہے' اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں گروہ اسی امت میں داخل ہیں اور جنتی ہیں' کیونکہ اس آیت کے بعد ہی منکرین کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے: "والذین کفروا لھم نار جھنم."

حضرت محمد ابن حنفیہؒ کا قول بھی یہی ہے اور حضرت محمد باقرؒ فرماتے ہیں: ظالم وہ طبقہ ہے جس کے پاس نیکیاں اور برائیاں دونوں ہیں۔ (ابن کثیر ۳/۵۸۳)

حضرت ابن عباسؓ کا قول:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں طبقے اسی امت کے ہیں' جسے اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں کا وارث بنایا ہے' اس امت کے ظالم (گناہگار) کی مغفرت کی جائے گی' اس کے میانہ درجہ والے کو آسان حساب لے کر بخش دیا جائے گا' اس کے مقربین کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے "الکتاب" پر الف لام استغراق کا قرار دیا ہے اور اس سے تمام کتابیں مراد لی ہیں' ہم نے اسی کے مطابق آیت کا ترجمہ کیا ہے' اردو زبان کے مفسرین میں مولانا امین احسن اصلاحی نے (تدبر قرآن میں) ظالم گروہ سے مشرکین عرب مراد لئے ہیں اور آیت بالا کی تفسیر اسی کے مطابق کی ہے۔

لیکن قرآنی سیاق و سباق اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو جمہور علماً کی تفسیر ہی درست معلوم ہوتی ہے۔ "اصلاحی صاحب" لکھتے ہیں:

مفسرین نے عام طور پر "الذین اصطفینا من عبادنا" (جن کو اپنے بندوں میں سے منتخب کیا۔ ع) سے امت مسلمہ کو مراد لیا ہے اور پھر اس سے یہ نتیجہ بھی معلوم نہیں کس طرح نکال لیا ہے کہ یہ ظالمین بھی (جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہیں۔ ع) بخش دیے جائیں گے' ہم نے آیت کا صحیح موقع و محل متعین کر دیا ہے' اس وجہ سے اس خیال کی تردید کی

ختم نبوۃ

ضرورت باقی نہیں رہی۔"

(تدبر قرآن ج۵/ص:۳۸۲)

اصلاحی صاحب چونکہ احادیث نبوی کے بارے میں جمہور اہل سنت کے نظریہ سے اتفاق نہیں رکھتے' اس لئے احادیث نبوی ان کی نظر سے بہت کم گزرتی ہیں۔

امت توحید کے ان مختلف تین طبقوں کی مغفرت کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین صورتیں بیان فرمائی ہیں جیسا کہ حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے' ان تین مختلف صورتوں کو اگر سامنے رکھا جائے تو اصلاحی صاحب والا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباسؓ کی تشریح:

حضرت ابن عباسؓ کی تشریح امت محمدیہ کی اس فضیلت وبشارت کے دو سبب بیان کررہی ہے:

۱:......ایک سبب یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان لانے والوں کے لئے ضروری ہے کہ اگلی تمام کتابوں پر بھی ایمان لائیں۔

خدا تعالیٰ نے اس امت کے اہل ایمان کی طرف سے یہ اعلان کیا ہے:

"کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ" (بقرہ:۲۸۵)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ تمام اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی تمام کتابوں پر اور تمام رسولوں پر ایمان لائے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے' مطلب یہ ہے کہ یہ اقرار کرنا چاہئے۔

۲:......دوسرا سبب فضیلت یہ ہے کہ قرآن کریم تمام پہلی کتابوں کی حقیقی اور اصلاحی تعلیمات پر مشتمل ہے' پہلی کتابوں کا امین اور محافظ ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے:

"قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان کی تعلیمات کا محافظ اور امین ہے۔" (المائدہ:۴۸)

قرآن کریم کی یہ حیثیت تسلیم کرنے والا تمام اگلی کتابوں پر ایمان لانے والا ہے۔

حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تینوں جماعتوں کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا؟ وہ حسب ذیل ہے:

"حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے تین طبقے ہیں: ایک تہائی ان میں سے بے حساب وکتاب جنت میں داخل ہوجائیں گے' یہ سابقون ہوں گے' ایک تہائی وہ ہوگا جن کا حساب آسان کرکے لیا جائے گا' پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے' یہ مقتصد یعنی درمیانی روش والے ہوں گے' ایک تہائی طبقہ کو تحقیق وتفتیش کے لئے میدان محشر میں روک لیا جائے گا' پھر تحقیق کے بعد فرشتے آکر اللہ کی جناب میں عرض کریں گے: خداوندا! ان لوگوں نے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کیا ہے' خدا تعالیٰ فرمائے گا: یہ سچے ہیں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' اچھا انہیں جنت میں داخل کردو اس اقرار توحید کی وجہ سے اور ان کی خطاؤں کو اہل دوزخ پر ڈال دو۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ بس میدان محشر میں اس گناہگار طبقہ کو رنج وغم پہنچے گا اور پھر جب انہیں نجات دی جائے گی' تو یہ کہیں گے:

"اور شکر اللہ! کا جس نے دور کیا ہم سے غم' بے شک ہمارا رب بخشتا ہے' قبول کرتا ہے' جس نے اتارا ہم کو رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے' نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ پہنچے ہم کو اس میں تھکنا۔"

مذکورہ حدیث کے اعتبار سے وارث کتاب گروہ کے تینوں طبقات کے ساتھ حسب ذیل معاملہ ہوگا:

۱:......بلاحساب وکتاب جنت کا انعام واکرام: السابقون الخ۔

۲:......حساب یسیر (آسان حساب) کے بعد جنت میں داخلہ۔

۳:......میدان محشر میں کھڑا رکھ کر پھر جنت میں داخلہ' یعنی دنیاوی محاورہ میں "تابرخواست عدالت سزا"۔

حساب یسیر کیا ہوگا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی کہ حساب یسیر سے مراد ہے اعمال نامہ کی عدالت الٰہی میں پیشی اور مالک الملک کا صرف ایک نظر اعمال نامہ پر ڈالنا:

"وہ لوگ جنہیں ان کا اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا' ان کا حساب آسان لیا جائے گا اور وہ اپنے بال بچوں میں نجات پاکر خوش وخرم لوٹیں گے۔" (انشقاق:۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد یہ دعا کی:

"اللھم حاسبنی حساباً یسیرا"

بقیہ صفحہ ۹ پر

ختم نبوۃ

حیرت انگیز اور ناقابلِ فراموش

مولانا محمد اکرم طوفانی

باپ کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح:

میں ابتدا ہی سے عرض کر رہا ہوں کہ لفظ محبت ترجیح محبوب کے بغیر بیکار محض ہے' صرف لفظ ہی ہوگا جو اصلی اور حقیقی مفہوم سے عاری ہوگا۔ مندرجہ ذیل واقعہ میں بھی صحابہ کرامؓ یا صحابیاتؓ کی جو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی' ان تمام واقعات میں محبت کا حقیقی مفہوم یا عملی معنی ترجیح محبوب ہی نظر آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو امہات المومنین بھی تشریف لے گئیں (قرآن پاک نے یہ قید لگادی ہے کہ ایمان تلاش کے بعد اس سینے میں مل سکے گا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہر چیز پر ترجیح دیں گے اور نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات کو اپنی مائیں سمجھیں گے' اگر کسی میں ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود پائی گئی تو اس کا ایمان ناقابل اعتبار ہے' چنانچہ فرمایا:''النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و ازواجه امھاتھم'' اللہ کریم قرآن پاک میں خبر دے رہے ہیں کہ نبی کریم کی ذات گرامی ایمان والوں کے قلوب میں اولیٰ ہوگئی ہے یعنی ایمان والوں کو سب سے بہتر' عزیز ترین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوگی اور آپ کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہوں گی۔ لفظ ''ازواج'' ہی بتلا رہا ہے کہ ان کی قدر و قیمت' ان کا تقدس' ان کو اپنی مائیں سمجھنا بھی صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی وجہ سے ہی ہوگا کہ اب وہ عام عورتیں نہیں رہیں بلکہ اب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہیں' لہٰذا اب ان کو اپنی ماؤں سے بھی اولیٰ و اعلیٰ سمجھنا ہوگا)۔

میں بتلانا یہ چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ' حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن اور ہماری ماں حضرت ام حبیبہؓ بھی ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں' دو تین سال کے بعد جب حضرت ام حبیبہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' اپنے کسی ذاتی کام تجارت وغیرہ کے سلسلے میں سفر پر روانہ ہوئے اور مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر گزر ہوا تو ہر باپ کی طرح ان کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ چند فرلانگ کے فاصلے پہ مدینہ ہے اور بچی ام حبیبہ کو آئے ہوئے کافی عرصہ ہوچکا ہے' کیوں نہ تھوڑی دیر مدینہ میں رک کر بچی کو دیکھتا چلا جاؤں؟ چنانچہ اس نیت اور ارادے سے سفر کا راستہ تبدیل کرکے مدینہ چلے گئے اور معلوم کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے' کئی سالوں کے بعد باپ کا بیٹی کے گھر جانا اور جانا بھی صرف ملاقات کے لئے کس قدر اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے؟ حضرت ام حبیبہؓ کی نظر پڑی کہ باپ تشریف لائے ہیں تو حجرہ شریف میں اندر ساتھ لے گئیں اور ایک جگہ جب بٹھانا چاہا تو وہاں چادر بچھی ہوئی تھی' باپ جب اس جگہ بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے فوراً وہ کپڑا' جو بچھا ہوا تھا' پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا' اب ذرا سوچیں کہ جو باپ اتنی چاہت سے اور ساتھیوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اپنی بیٹی کو پیار کرنے کے لئے وہاں پہنچا اور جب اس کے سامنے بیٹھنے سے پہلے وہ کپڑا اٹھالیا گیا جہاں وہ بیٹھنا چاہتا تھا تو اس کے دل پر کیا گزری ہوگی کہ بیٹی میرے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے؟ لیکن دل میں خیال آیا کہ شاید کوئی اچھا کپڑا ڈالنے کی نیت سے سابقہ کپڑا اٹھایا ہو' جب اسی تگ و دو میں چند لمحے گزر گئے تو باپ کپڑے کے انتظار میں کھڑا پریشانی کے عالم میں سوال کرتا ہے کہ بیٹی! کپڑا کیوں اٹھایا؟ کیا کوئی

ختم نبوۃ

دوسرا کپڑا لانے کا ارادہ ہے؟ تو بیٹی جو براہ راست اس یونیورسٹی سے فارغ ہو چکی ہو جس کے براہ راست پرنسپل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جہاں اخلاق کی اعلیٰ تعلیم کا معیار ہی دنیا میں منفرد معیار ہے' جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھیجا ہی اس لئے گیا ہوں کہ اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو پایۂ تکمیل تک پہنچادوں' ان کو اجاگر کردوں۔ یہ جملہ میں بطور اضافہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس میں ملی غیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے ترجیحی پہلو کا اظہار قیامت تک آنے والی مسلم نسل کے لئے مشعل راہ ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ کا جواب نقل کرنے سے پہلے ایک ضروری گزارش پیش خدمت ہے کہ آج لوگ خصوصاً حکمراں طبقہ اور عموماً مسلمان' قادیانیوں سے بائیکاٹ میں اخلاقی پہلو کو رکاوٹ بناتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اس وجہ سے قادیانیوں کے ساتھ لین دین اور اپنے روابط بدستور بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کے جواب سے یہ تمام اعتراضات چکنا چور ہوجاتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ بیٹی نے جو جواب دیا' اس میں واقعی نظر آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی بھی قسم کے اخلاق قابل معیار نہیں۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس اور ناموس کا مسئلہ ہو تو مقابلے میں ہر قسم کے اخلاق حسنہ کو نظر انداز کرنا واجب ہے۔ خاموشی اور بے غیرتی کا نام اخلاق نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا صاف موقف ہو کہ لوگ محسوس کریں کہ یہاں اخلاق کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ اس لئے آپ غور فرمائیں کہ حضرت ام حبیبہؓ اپنے باپ کو کیا جواب دیتی ہیں' کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ اخلاق کسے کہتے ہیں؟ اور خاص کر اپنے باپ کے ساتھ؟ (انہیں اچھی طرح معلوم تھا اور وہ یہی بتانا چاہتی تھیں کہ اخلاق اس چیز کا نام ہے جس کا میں مظاہرہ کر رہی ہوں)۔ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ اباجی! دوسرا کپڑا تو گھر میں موجود ہی نہیں' باپ بولے: بیٹی! پھر یہ کپڑا کیوں اٹھایا؟ بیٹی نے جواب دیا: اباجی! میرا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا' میں اس کو برداشت نہیں کرسکتی کہ جس چادر پر' جس کپڑے پر محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جسم مبارک رکھیں' اس پر ایک مشرک' نجس' اگرچہ باپ ہی ہو وہ بھی بیٹھے۔ یہی محبت تو معیاری ہوتی ہے' اسی طرح کی ترجیحات تو لوگوں کے لئے مشعل راہ بنتی ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ترجیح دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار مقرر کر دیا ہے' جہاں اپنے سگے باپ کو بھی نظر انداز کر دیا' وہاں ایرے غیرے نتھو خیرے اور عام آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے؟ ☆☆☆

بقیہ: امت مسلمہ کا اعزاز

ترجمہ: ''الٰہی! میرا حساب کتاب آسان طریقہ پر لیجئے۔''

میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آسان حساب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان ینظر فی کتابه فیتجاوز عنه انه من نوقش الحساب یا عائشة یومئذ فقد هلک'' ایک روایت میں ہے: ''ذاک العرض انه من نوقش الحساب عذب'' ایک روایت میں ہے: ''عرض علی الله وهو یداهم''۔ (ابن کثیر ۴/۸۴۸)

خانہ جنگی کا عذاب:

قرآن کریم نے سورۂ انعام (۶۵) میں بتایا ہے کہ امت مسلمہ کی اجتماعی نافرمانیوں کی سزا دنیا میں خانہ جنگی کی صورت میں نمودار ہوگی یعنی ''ویذیق بعضکم فوق بعض'' کا تکوینی امر نافذ ہوگا۔

یہ صورت ابتدائی دور اسلام سے شروع ہوگئی۔ اس کے بعد خاندانی حکومتوں کے درمیان حصول اقتدار کے لئے آپس میں خونریزی کا سلسلہ جاری رہا' البتہ اس باہمی تصادم کے دور میں بھی جب کبھی اہل باطل نے مسلمانوں پر یلغار کی تو خدا کی طرف سے کسی نہ کسی خاندانی حکومت کو حوصلہ اور ہمت دے کر اہل باطل کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا گیا اور اسے آسمانی نصرت سے نواز دیا گیا اور امت مسلمہ کے سیاسی اقتدار کو بالکل مٹنے سے بچالیا گیا۔

یہی صورت حال آج بھی ہمارے سامنے ہے' ہر مسلم ملک کے اندر خود مسلمان آپس میں اور ایک مسلم ملک دوسرے مسلم ملک کے خلاف برسرپیکار نظر آرہا ہے' جس سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے پرانے دشمن (یہود و نصاریٰ) پوری مسلم دنیا پر مسلط ہیں۔ یہ تسلط و غلبہ فوجی نہ سہی لیکن معاشی اور معاشرتی دائرہ میں بہرحال ہمارے سامنے ہے۔ ☆☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز

گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز

دکان نمبر N-91 صرافہ بازار' کھارادر' کراچی

ختم نبوۃ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علمی فضل و کمال

مولانا شاہ معین الدین ندوی

فضل و کمال کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے عہد مبارک کے ممتاز ترین علماً میں تھے' ان کی ذات ایسی زندہ کتب خانہ تھی جس میں تمام علوم و معارف بترتیب جمع تھے' قرآن' تفسیر' حدیث و فقہ' ادب و شاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں ان کو یدطولیٰ حاصل نہ رہا ہو۔

تفسیر:

بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت اور آیات قرآنی کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت ان کو حاصل تھی' وہ کم کسی کے حصہ میں آئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو علم و فضل میں ان کے ہمسر تھے' فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں۔ شقیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس میں سورۂ نور کی تفسیر بیان کی' میں کیا بتاؤں وہ تفسیر کیا تھی؟ اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی' نہ آنکھوں نے دیکھی تھی' اگر تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۷)

آپ حضرت عمرؓ کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے تھے اور قرآن پاک کے فہم میں وہ اکثر بڑے صحابہؓ سے بازی لے جاتے تھے' ایک دن فاروق اعظمؓ کے حلقہ مجلس میں اکابر صحابہ کا مجمع تھا' ابن عباسؓ بھی موجود تھے' حضرت عمرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

''کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور کا اور انگور کا باغ ہو' جس کے نیچے نہریں رواں ہوں' اس کے لئے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں' اس حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا جس میں آگ بھری تھی' اس نے باغ کو جلا دیا' اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے' شاید تم بچو۔'' (سورۂ بقرہ)

لوگوں نے کہا کہ: واللہ اعلم! حضرت عمرؓ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آ گیا' بولے: اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ نہیں معلوم۔ ابن عباسؓ جھجکتے ہوئے بولے: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں' حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو' جو دل میں ہو بیان کرو' آپ نے کہا: اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے' جواب گو صحیح تھا' تاہم ناکافی تھا' حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیسا عمل؟ ابن عباسؓ اس سے زیادہ نہ بتا سکے' تب خود حضرت عمرؓ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے' جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے' لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے' اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے' بعض صحابہؓ کو اس سے شکایت پیدا ہوئی' انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو؟ ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں؟ حضرت عمرؓ فرمایا: تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو؟ اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لئے ایک دن ان کو بلا بھیجا' اور لوگوں سے پوچھا:

'' اذا جاء نصر اللہ والفتح''

(سورۂ نصر)

اس کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ نصرو فتح پر ہم کو خدا کی حمد وثنا کا حکم دیا گیا ہے' کوئی خاموش رہا' پھر ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ابن عباس! تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! پوچھا: پھر کیا ہے؟ عرض کیا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اشارہ ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے۔

درحقیقت حضرت ابن عباسؓ کی فہم تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا' چنانچہ اس سورۃ کا مقصد خاص محرمان اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو اکثر صحابہؓ میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس میں خدا نے فتح ونصرت اور اسلام کی مقبولیت کے ایفائے عہد استغفار کا حکم دیا ہے' لیکن مقرب بارگاہ رسالت' محرم اسرار نبوت' ثانی اثنین فی الغار' حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے کہ اس میں صبح وصل کا نور چھپتا ہوا اور شام فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آ گئی تھی' بظاہر اس سورۃ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا' لیکن اگر انسان کے مقصد حیات کو پیش نظر رکھ کر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے' دنیا میں انسان ایک نہ ایک مقصد لے کر آیا ہے' اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے' پھر قیام کی ضرورت باقی نہیں رہتی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے' وہ پوری ہو چکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد' اس کی فتح آ چکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں' تو خدا کی تحمید وتقدیس کرو' اس سے مغفرت چاہو' وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے' خدا کو کچھ کام تمہارے ذریعہ لینا تھا' وہ لے چکا' اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ تفسیر میں ہمیشہ عام' جامع اور قرین عقل شق کو اختیار کرتے تھے' سورۂ کوثر میں کوثر کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ اور متعدد اکابر صحابہؓ کے ذریعہ سے منقول ہے' حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا: جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' فرمایا: خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے' جس میں بے شمار بھلائیاں ہیں' قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ کوثر سے مراد نہر لیتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ خیر کثیر' حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے عطیہ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے اور دوسری تفسیریں بھی اس کے تحت میں آ جاتی ہیں' اور قرآن پاک کے سلسلۂ کلام کا بھی یہی اقتضاء ہے کہ کوثر سے مراد خیر کثیر لیا جائے تاکہ اس کے بعد کفار سے برأت (قل یا ایہا الکافرون) اور فتح ونصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ میں داخل ہو جائے:

''کہہ دو اے محمد! تبلیغ رسالت کے عوض میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا' صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو۔'' (سورۂ شوریٰ)

عام مفسرین ''قربیٰ'' سے مراد خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت لیتے ہیں' لیکن ابن عباسؓ قریش کے تمام قبائل کو اس میں شامل کرتے ہیں' ایک مرتبہ کسی نے ان سے مودۃ فی القربیٰ کی تفسیر پوچھی' سعید بن جبیر بولے: اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ہے' یعنی آپؐ کے اہل بیت کی قرابت' ابن عباسؓ نے کہا: تم نے جلد بازی سے کام لیا' قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا' جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ رہی ہو' اس آیت میں یہ سب شامل ہیں۔ (بخاری)

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے بارہ میں آپ اس قدر حاضر المعلومات تھے کہ بمشکل کوئی آیت نکل سکے گی' جس کے تمام جزئیات اور مالہ وماعلیہ سے ان کو پوری واقفیت نہ ہو:

''اے مسلمانو! اظہار اسلام کے لئے جو تم کو سلام کرے' اس کو تم خوانخواہ نہ کہو: تو مسلمان نہیں ہے۔'' (نساء:۹۳)

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے' اس کی تفسیر بھی ابن عباسؓ کی ممنون احسان ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک شخص کچھ مال غنیمت لئے ہوئے تھا' مسلمانوں کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا' ان لوگوں نے (شبہ میں) مار ڈالا' اور مال غنیمت چھین لیا' اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

اسی طریقہ سے آیت:

''ہم نے تم میں سے بعض ان لوگوں کو جو آگے بڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں' جان لیا ہے اور ان کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔'' (سورۂ حجر)

اس آیت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک

خوبصورت عورت جماعت کی نماز میں شریک ہوتی تھی' بعض محتاط اشخاص (یعنی مسلمان) اگلی صف میں چلے جاتے تھے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض (جو منافقین ہو سکتے ہیں) دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے اور رکوع میں بغل کے راستہ نظر ڈال لیتے تھے' ان کی خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری)

قرآن مجید کا یہ حکم:

''اور جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے' اس پر تعریف چاہتے ہیں' تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (سورۂ آل عمران:۱۸۸)

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے' کیونکہ ہر شخص اپنے کئے پر خوش ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے' اس پر بھی تعریف کا خواہاں رہتا ہے' اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس میں نہ ہوگا' اس تہدیدی حکم کے استفسار کے لئے مروان نے اپنے دربان کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے جا کر پوچھو کہ ہم میں کون ایسا ہے' جس کے دل میں یہ جذبہ نہ ہو؟ اس حکم کے مطابق تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس کا ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں' یہ ایک خاص موقع پر اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی' پھر یہ آیت:

''جب خدا نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی ہے' یہ وعدہ لیا کہ اسے لوگوں کو کھول کھول کر سنائیں گے۔'' (سورۂ آل عمران:۱۸۸)

تلاوت کر کے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا' مگر انہوں نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا' ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا' انہوں نے اصل جواب جو ان کی کتاب میں تھا' چھپا لیا اور اپنے حسب منشاء دوسرا فرضی جواب دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے اصل جواب دیا ہے' اور پھر اس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شاداں وفرحاں ہوئے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر خوش ہوتے تھے) اور جو نہیں کیا ہے' اس پر تعریف کے خواہاں ہوتے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے خواہاں ہوتے تھے) تو ایسے لوگوں کے لئے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (مسند احمد)

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست' دقیقہ سنجی اور قوت استنباط کا اندازہ ہوگا' ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مجمع میں سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے' تم لوگ اس سے کون سی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں' کسی نے پانچویں' کسی نے تیسری بتائی' ابن عباسؓ سے فرمایا کہ تم کیوں نہیں بولتے؟ عرض کیا کہ اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہو سکتا ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے بولنے کے لئے ہی تمہیں بلایا ہے' کہا: میں اپنی ذاتی رائے دوں گا' فرمایا: ذاتی رائے ہی تو پوچھتا ہوں' کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے' چنانچہ فرمایا کہ سات آسمان' سات زمین' ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں غلہ' انگور' شاخ' زیتون' کھجور کے درخت گنجان باغ اور میوے اگائے' یہ بھی سات باتیں ہیں' حضرت عمرؓ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچے سے بھی گئے گزرے ہو' جس کے سر کے گوشے بھی ابھی درست نہیں ہوئے' یہ جواب کیوں نہ دیا؟ گو بعض صحابہؓ نے بھی اس کی تعیین کی تھی' لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں' سب نے ایک ایک طاق رات اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی' کسی نے سات کی شب بھی لی' لیکن ابن عباسؓ نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی' حضرت ابن عباس تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے' بعض محتاط صحابہؓ اس دلیری کو ناپسند فرماتے تھے' لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی مہارت تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آیت: "کانتا رتقا ففتقنا هما" کا مطلب پوچھا' انہوں نے امتحان کی غرض سے حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر جاؤ' اس نے جا کر پوچھا' انہوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے' زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے' سائل نے واپس آ کر یہ جواب حضرت ابن عمرؓ کو سنایا' انہوں نے کہا: ابن عباسؓ کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے' مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے' حضرت ابن عمرؓ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے' بلکہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیج دیتے تھے' ایک مرتبہ عمرو بن حبشی

نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ سے پوچھو قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں' ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے' حضرت ابن عباسؓ اس بحر زخار کے بھی شناور تھے اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں مستحضر تھے' یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ ولب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے' ایک مرتبہ کسی راستہ سے گزر رہے تھے' ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا' اس سے پوچھا: ناسخ و منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا: تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔

گو حضرت ابن عباسؓ قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے' اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لئے کھلا رہتا تھا' تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا' تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا' ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمرؓ کو بھی کرنا پڑا' حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سارے ممالک محروسہ میں حافظ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں' ایک دن حضرت ابن عباسؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا' حضرت عمرؓ نے یہ مژدہ سن کر تکبیر کا نعرہ لگایا' لیکن حضرت ابن عباسؓ بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا' حضرت عمرؓ کے دل میں ان کا یہ کہنا کھٹکتا رہا' چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا' انہوں نے عذر کر دیا' دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا' اس تاکید پر آپ چلے آئے' حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی؟ انہوں نے کہا: خدا کی پناہ اب میں کبھی دوبارہ کوئی خیال ظاہر نہ کروں گا' حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا' اس کو کہلوا کر رہوں گا' اس اصرار پر انہوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا قرآن پڑھ کر لیا' اس پر میں نے کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ تم نے کیسے جانا؟ انہوں نے سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:

"اے محمد! لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے' حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے' اور جب وہ تمہارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے' اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا' اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو ان کو عزت نفس گناہ پر آمادہ کرے' ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔"

(سورۂ بقرہ:۲۵)

☆☆..........☆☆

سانحہ ارتحال

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے نائب امیر مولانا قاری عبدالقدوس عابد کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ قاضی حمیداللہ خان نے پڑھائی۔ جنازہ میں مفتی محمد عیسیٰ' سید عبدالمالک شاہ' مفتی رشید احمد علوی سمیت سینکڑوں کارکنان ختم نبوت اور عوام نے شرکت کی۔ دریں اثناء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ ایک تعزیتی اجلاس مولانا فقیر اللہ اختر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حافظ احسان الواحد' مولانا محمد الیاس قادری' حافظ محمد ثاقب' امان اللہ قادری' محمد اشرف' سید احمد حسین زید' پروفیسر حافظ محمد انور' پروفیسر حافظ محمد اعظم نفیسی اور محمد معاویہ نے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔

ABDULLAH SATTAR DINA & SONS JEWELLERS
ASJ
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
GOLD, SILVER, BUYERS, SELLERS & ORDER SUPPLIERS
SHOP: 85, KUNDAN STREET, SARAFA BAZAR, MITHADER, KARACHI. PHONE: 7514972

غیبت اور اس کے تباہ کن اثرات

حضرت براءؓ بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا' یہاں تک کہ آپؐ نے سنا دیا کنواری لڑکیوں کو ان کے گھروں میں (یا یہ کہا کہ ان کے پردوں میں)۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اے جماعت ان لوگوں کی! جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہیں اور ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا' مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو' اس لئے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو تلاش کریں گے' اور جس شخص کے عیب اللہ تعالیٰ تلاش کریں گے' اس کو اس کے گھر بیٹھے رسوا کردیں گے۔"

غیبت یہ ہے کسی شخص کا کوئی عیب' برائی یا ایسا تذکرہ جو اسے ناگوار ہو اس کی پیٹھ پیچھے اس شخص کی تعیین کے ساتھ بیان کرنا' خواہ اشارۃً یا کنایۃً یا بالکل صاف الفاظ میں غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے' اس کی اہمیت اس لئے دوچند ہے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اور بندہ سے معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوسکتی۔ آج کل اس حوالے سے بڑی بے احتیاطی پائی جاتی ہے' خواص کی مجلس ہو یا عوام کی غیبت اس کا لازمی جزو ہوتی ہے' بلکہ جس کی مجلس میں غیبت نہ ہوتی ہو' لوگ اس کو چھوڑ کر دوسرے کی مجلس میں یہ کہہ کر جاتے ہیں کہ فلاں کے پاس چلو وہ کوئی بات سنائیں گے یا بالفاظ دیگر غیبت کریں گے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو دوسروں کی نقل اتارنے کی عادت ہوتی ہے' یاد رکھیں! یہ بھی غیبت میں شامل ہے' اور اس سے آپ کی نیکیاں اس شخص کو مل رہی ہیں' جس کی غیبت کی جارہی ہے۔

غیبت ایک ایسی برائی ہے جو تکبر' حسد' ریاکاری سمیت متعدد حرام افعال اور اخلاقی برائیوں کا مجموعہ ہے۔

مرتبہ: ابو یوسف

ایک متکبر شخص ہی دوسروں کے عیوب پر نظر کرکے اسے کم حیثیت اور اپنے کو بلند حیثیت سمجھے گا اور اس کے عیوب کا تذکرہ کرے گا' اسی طرح حاسد لازمی طور پر اس شخص کی غیبت کرے گا' جس سے وہ حسد میں مبتلا ہے۔ مزید برآں ریاکار اپنے افعال و کردار کو اجاگر کرنے اور دوسروں کی کمزوریوں کی نشاندہی کے ذریعہ غیبت کے مرض میں مبتلا ہو کر رہے گا۔ غیبت مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرنے کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے۔ جس شخص کی غیبت کی جائے گی وہ اس شخص کو جس نے غیبت کی ہے' اپنا دشمن گردان کر جوابی کارروائی کے طور پر اس کی غیبت بھی کرے گا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اسے نقصان پہنچانے کے لئے عملی اقدامات بھی اٹھائے۔

بتایئے! جس زبان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پاک نام لینے کے لئے بنایا تھا' غیبت کرنے والے نے اس کو اللہ کی نافرمانی کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا اور وہ بھی اس ڈھٹائی سے کہ کبھی وہم و گمان میں بھی اس کا حرام ہونا نہ آیا ہوگا۔ بعض لوگوں کو جب کہا جائے کہ آپ غیبت کررہے ہیں' تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو منہ پر بھی کہہ سکتے ہیں یا منہ پر بھی کہہ دیں گے' سوال یہ ہے کہ منہ پر کہہ دینے سے کیا یہ فعل جائز ہوجائے گا؟ اس صورت میں ایک گناہ اور بڑھ جائے گا کیونکہ کسی کی برائی کا اس کے منہ پر تذکرہ کرنا لازماً اس کے دل کو دکھانے کا باعث ہوگا' اور کسی انسان کے دل کو دکھانا بھی شرعاً حرام ہے' گویا یہ ڈھٹائی سے غیبت کرنے والا اور منہ پر بول دینے کا دعویٰ کرنے والا دوہرا مجرم ہے کہ جرم بھی کرتا ہے اور اپنے جرم کو جرم بھی تسلیم نہیں کرتا بلکہ مزید ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا ہے' اس کا جرم زیادہ سنگین ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کسی علانیہ گناہ کا تذکرہ یا کسی شخص کے ایسے عیب کا تذکرہ کرنا تاکہ دوسرے لوگ اس کے فتنے سے ہوشیار رہیں اور وہ انہیں گمراہ نہ کرسکے' یا مفتی سے فتویٰ لینے کے لئے استفتاء میں امر واقعی کا اظہار' بشرطیکہ اس میں اپنا یا کسی مسلمان کا فائدہ مقصود ہو' سمیت

ختم نبوۃ

بعض استثنائی صورتیں ہوسکتی ہیں' ورنہ عام حالات میں جس طرح ہم نے اپنے معاشرہ میں غیبت کا وطیرہ اپنایا ہوا ہے' اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

اور بعض بے وقوف اس سے بھی بڑھ کر علمائے کرام' بزرگان دین اور اولیا' اللہ کی غیبت شروع کردیتے ہیں۔

یہ ایک ایسا زہر ہے جس کی سمیت اکثر اوقات ایمان ہی کو ختم کرڈالتی ہے۔ علماً کرام اور بزرگان دین اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچنے کا ذریعہ بنے ہیں' ان کی تحقیر متعدد مفاسد کا مجموعہ ہے' جس کا نتیجہ اکثر حالتوں میں سلب ایمان کی صورت میں نکلتا ہے۔ اکابرؒ فرماتے ہیں کہ آدمی بعض اوقات پہلے نیک ہوتا ہے' بعد میں برا بن جاتا ہے' اس کی وجہ اکثر حالتوں میں یہ ہوتی ہے کہ کسی بزرگ یا ولی کی اہانت کا جرم سرزد ہوا ہوتا ہے' اور غیبت اکثر اوقات اہانت ہی کے ارادے سے کی جاتی ہے' اس لئے کسی عالم' ولی یا بزرگ کی غیبت سے بہت زیادہ بچنا چاہئے' مبادا خاتمہ خراب ہو۔

ایک اور موقع پر بھی غیبت کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے' وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے تم پر ظلم کیا اور اب تم اس ظلم کا تذکرہ کسی دوسرے سے کرتے ہو کہ میرے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے اور یہ زیادتی ہوئی ہے۔ یہ غیبت نہیں' اس میں گناہ نہیں' بشرطیکہ وہ شخص جس کے سامنے تم اس ظلم کا تذکرہ کررہے ہو' وہ اس ظلم کا تدارک کرسکتا ہو' مثلاً ایک شخص نے تمہاری چوری کرلی' اب جاکر تھانے یا عدالت میں اطلاع کرنا کہ فلاں شخص نے چوری کرلی ہے' تو اب اگرچہ یہ اس کے پیٹھ پیچھے اس کا تذکرہ ہے لیکن غیبت میں داخل نہیں اس لئے کہ تمہیں نقصان پہنچایا گیا' تم پر ظلم کیا گیا اور اب تم نے اس ظلم کے خلاف جاکر شکایت اس سے کی جو تمہارے اوپر ہونے والے ظلم کا تدارک کرسکتے ہیں' تو یہ غیبت میں داخل نہیں' (اور یہ غیبت صرف واقعہ کے اظہار تک محدود رہنی چاہئے) لیکن اگر اس چوری کا تذکرہ ایسے شخص کے سامنے کیا جارہا ہے جو اس ظلم کا تدارک نہیں کرسکتا مثلاً چوری کے واقعے کے بعد کچھ لوگ تمہارے پاس غم بانٹنے آئے تو تم نے ان کے سامنے تذکرہ کردیا کہ آج رات فلاں شخص نے ہمارے ہاں چوری کی' یا فلاں شخص نے ہمیں یہ نقصان پہنچادیا' یا فلاں شخص نے ہمارے ساتھ یہ زیادتی کردی تو یہ بیان بھی غیبت میں داخل ہے' کیونکہ ان لوگوں کو اسے سزا دینے یا ظلم رفع کرنا اس پر قدرت نہیں۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ برائی کا تذکرہ کیا جائے' البتہ جس شخص پر ظلم ہوا' وہ اپنے اوپر ہونے والا ظلم دوسرے کے سامنے ان مخصوص حالات میں جن کا تذکرہ گزرا' بیان کرسکتا ہے۔ یہ غیبت میں داخل نہیں بلکہ جائز ہے۔ بہرحال یہ مستثنیات ہیں جنہیں غیبت سے اللہ تعالیٰ نے نکال دیا ہے' اس میں غیبت کا گناہ نہیں لیکن ان کے علاوہ ہم لوگ مجلس میں بیٹھ کر قصہ گوئی اور وقت گزاری کے طور پر مجلس آرائی کے ذریعہ دوسروں کا ذکر شروع کردیتے ہیں' یہ سب غیبت کے اندر داخل ہے۔ خدا کے لئے اپنی جانوں پر رحم کرکے اس کا سدباب کرنے کی کوشش کریں اور ذرا اس زبان کو قابو میں لائیں۔ اس کو تھوڑا سا لگام دیں۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ:

لہٰذا اگر غیبت کبھی سرزد ہوجائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے' اس سے کہہ دو کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے' اس وقت دل پر بہت آرے چلیں گے' اپنی زبان سے یہ کہنا بڑا مشکل کام ہے' لیکن غیبت کے سنگین مرض کا علاج یہی ہے' دو چار مرتبہ اگر یہ علاج کرلیا تو انشاءاللہ آئندہ کے لئے سبق ہوجائے گا' بزرگوں نے اس سے بچنے کے لئے دوسرے علاج بھی ذکر فرمائے ہیں' مثلاً حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب دوسرے کا تذکرہ زبان پر آنے لگے تو اس وقت فوراً اپنے عیوب کا استحضار کرو' اپنے عیوب کو سوچو' کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو عیب سے خالی ہو اور یہ خیال دل میں لاؤ کہ خود میرے اندر تو فلاں برائی ہے' میں دوسروں کی کیا برائی بیان کروں؟ اور اس غیبت کے بدلہ میں عذاب ہوگا' اس کا دھیان کرو' اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ یا اللہ! اس بلا سے نجات عطا فرمادیجئے' جب کبھی مجلس میں کوئی تذکرہ ایسا آنے لگے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو: یا اللہ! یہ تذکرہ آرہا ہے' مجھے آپ غیبت سے بچالیجئے' میں کہیں اس کے اندر مبتلا نہ ہوجاؤں۔

غیبت کا کفارہ:

البتہ بعض روایات میں ہے' جو اگرچہ ہیں تو ضعیف لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں کہ اگر کسی کی غیبت ہوگئی ہو تو اس غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے لئے خوب دعائیں کرو' استغفار کرو' مثلاً فرض کریں کہ آج کسی کو غفلت سے تنبیہ ہوئی کہ واقعی آج تک ہم بڑی سخت غلطی کے اندر مبتلا رہے' معلوم نہیں کن کن لوگوں کی غیبت کرلی' اب آئندہ انشاءاللہ کسی کی غیبت نہیں کریں گے' لیکن اب تک جن کی غیبت کی ہے' ان کو کہاں کہاں تک یاد کریں؟ اور ان سے کیسے معافی مانگیں؟ کہاں کہاں جائیں؟ اس لئے اب ان کے لئے دعا اور استغفار کرلو۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب باب حفظ اللسان حدیث نمبر ۴۸۷۷) لیکن صرف اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ جن کے بارے میں حتمی طور پر معلوم ہے کہ ان کی غیبت کی تھی ان سے معاف کروانا چاہئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ جن کی غیبت کی گئی تھی یا جن کے حقوق تلف

ختم نبوۃ

کئے گئے تھے' ان کے حق میں خوب دعا کرو کہ: یا اللہ میں نے ان کی جو غیبت کی تھی' ان کو ان کے حق میں باعث ترقی درجات بنا دیجئے اور ان کو دین و دنیا کی ترقیات عطا فرمائیے۔

حقوق کی تلافی کی صورت:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے تو یہ کیا تھا کہ ایک خط لکھ کر سب اہل تعلق کو بھجوا دیا' اس خط میں یہ لکھا کہ زندگی میں معلوم نہیں' آپ کے کتنے حقوق تلف ہوئے ہوں گے؟ کتنی غلطیاں ہوئی ہوں گی؟ میں اجمالی طور پر آپ سے معافی مانگتا ہوں کہ اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیجئے' اگر ہم بھی اپنے اہل تعلق کو اس قسم کا خط لکھ کر بھیج دیں تو کیا اس سے ہماری بے عزتی ہو جائے گی؟ بلکہ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ان حقوق کی معافی کا سامان کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تعلیم:

ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد نبوی میں کھڑے ہو گئے اور تمام صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: آج میں اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرتا ہوں' اگر کسی شخص کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو یا میں نے کسی کی جانی' مالی کسی بھی اعتبار سے حق تلفی کی ہو تو آج میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں' اگر بدلہ لینا چاہتے ہو' بدلہ لے لو اور اگر مجھے معاف کرنا چاہتے ہو تو معاف کر دو تا کہ کل قیامت کے دن تمہارا کوئی حق میرے اوپر باقی نہ رہے۔

بتائیے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم' وہ محسن اعظم اور پیشوائے اعظم جن کے ایک سانس کے بدلے صحابہ کرامؓ اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے' وہ فرما رہے ہیں کہ اگر میں نے کسی کو مارا ہو یا تکلیف پہنچائی ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے لے' چنانچہ ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایک مرتبہ میری کمر پر مارا تھا میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا' بلکہ فرمایا کہ آجاؤ اور بدلہ لے لو' کمر پر مار لو' جب وہ صحابیؓ کمر کے پیچھے آگئے تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جس وقت آپ نے مجھے مارا تھا اس وقت میری کمر ننگی تھی' اور اس وقت آپ کی کمر پر کپڑا ہے' اگر اسی حالت میں میں بدلہ لوں گا تو بدلہ پورا نہیں ہوگا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت چادر اوڑھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا کہ میں چادر اٹھا دیتا ہوں' چنانچہ جس وقت آپ نے چادر اٹھائی تو ان صحابیؓ نے آگے بڑھ کر اس مہر نبوت کو چوم لیا' جو آپ کی پشت پر تھی' اور پھر ان صحابیؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ گستاخی میں نے صرف اس لئے کی تا کہ مجھے اس مہر نبوت کا بوسہ لینے کا موقع مل جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف فرما دیں۔ (مجمع الزوائد باب فی وداعہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۹ ص ۲۷)

اسلام کا ایک اصول:

دیکھئے اسلام کا ایک اصول ہے' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' وہ یہ کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے لئے بھی وہی پسند کرو جو دوسرے کے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو' اور جو اپنے لئے ناپسند ہو' وہ دوسرے کے لئے بھی ناپسند کرو' اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اس طرح پیٹھ پیچھے برائی سے تمہارا ذکر کرے تو اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرے گی؟ تم اس کو اچھا سمجھو گے یا برا؟! اگر تم اس کو برا سمجھتے ہو اور اپنے لئے اس کو پسند نہیں کرتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو تم اپنے بھائی کے لئے پسند کرتے ہو؟ یہ دوہرے معیار وضع کرنا کہ اپنے لئے کچھ اور پیمانہ ہے اور دوسرے کے لئے کچھ اور پیمانہ' اسی کا نام منافقت ہے' گویا کہ غیبت کے اندر منافقت بھی داخل ہے' جب ان باتوں کو سوچو گے اور اس گناہ پر جو عذاب دیا جائے گا' اس کو سوچو گے تو انشاء اللہ غیبت کرنے کے جذبے میں کمی آجائے گی۔

غیبت سے بچنے کا آسان راستہ:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ غیبت سے بچنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ دوسرے کا ذکر کرو ہی نہیں' نہ اچھائی سے ذکر کرو اور نہ برائی سے کیونکہ شیطان بڑا خبیث ہے' کہ جب تم کسی کا ذکر اچھائی سے کرو گے کہ فلاں شخص بڑا اچھا ہے' اس کے اندر یہ اچھائی ہے' اس کے اندر یہ اچھائی ہے' تو دماغ میں یہ بات ہوگی کہ میں اس کی غیبت تو نہیں کر رہا بلکہ اچھائی سے اس کا ذکر کر رہا ہوں' لیکن پھر یہ ہوگا کہ اس کی اچھائیاں بیان کرتے کرتے شیطان کوئی جملہ درمیان میں ایسا ڈال دے گا جس سے وہ اچھائی برائی میں تبدیل ہو جائے گی' مثلاً یہی کہ فلاں شخص ہے تو بڑا اچھا مگر اس کے اندر فلاں خرابی ہے۔ یہ لفظ "مگر" آ کر سب کچھ خراب کر دے گا' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گفتگو کا رخ غیبت کی طرف منتقل ہو جائے گا' اس لئے دوسرے کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ نہ اچھائی سے دوسرے کا ذکر کرو اور نہ برائی سے' اور اگر کسی کا ذکر اچھائی سے کرنا ہی ہے ہو تو پھر ذرا کمر کس کے بیٹھو تا کہ شیطان غلط راستے پر نہ ڈالے۔

اپنی برائیوں پر نظر کرو:

دوسروں کی برائی کیوں کرتے ہو؟! اپنی طرف نگاہ کرو' اپنے عیوب کا استحضار کرو' اگر دوسرے کے اندر کوئی برائی ہے تو اس برائی کا عذاب تمہیں نہیں ملے گا' اس برائی کا عذاب اور ثواب وہ جانے' اور اس کا اللہ جانے' تمہیں تو تمہارے اعمال کا صلہ ملنا ہے' اس کی فکر کرو' اپنی طرف دھیان کرو' اپنے عیوب کو دیکھو' دوسرے کے عیوب کا

خیال انسان کو اسی وقت آتا ہے جب انسان اپنے آپ سے اور اپنی برائیوں سے بے خبر ہوتا ہے لیکن جب اپنے عیوب کا استحضار ہوتا ہے اس وقت کسی دوسرے کی برائی کی طرف خیال بھی نہیں ہوجاتا' دوسرے کی برائی کی طرف اس کی زبان ہی نہیں اٹھ سکتی۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم نے بڑے اچھے شعر کہے ہیں' وہ کہتے ہیں:

تھے جب اپنی برائیوں سے بے خبر
رہے ڈھونڈتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائی پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے عیوب کا استحضار ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔ یہ سارا فساد اس سے پیدا ہوتا ہے کہ اپنی طرف دھیان نہیں ہے' یہ خیال نہیں ہے کہ مجھے اپنی قبر میں جانا ہے' اُس کا خیال نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے' اس لئے کبھی اس کی برائی ہورہی ہے' کبھی اُس کی برائی ہورہی ہے' اس کے اندر فلاں عیب ہے' اُس کے اندر فلاں عیب ہے' بس دن رات اسی کے اندر پھنسے ہوئے ہیں' خدا کے لئے اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

گفتگو کا رخ بدل دو:

جس معاشرے اور جن حالات سے ہم لوگ گزر رہے ہیں' اس کے اندر یہ کام ہے تو مشکل' اس میں کوئی شک نہیں' لیکن اگر اس سے بچنا انسان کے اختیار سے باہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو حرام نہ کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اختیار سے باہر چیز پر مؤاخذہ نہیں فرماتے' اس لئے اس سے بچنا انسان کے اختیار میں ہے' جب کبھی مجلس کے اندر گفتگو کا موضوع تبدیل ہو تو اس کو واپس درست سمت لے آؤ' اور اگر کبھی غیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو فوراً استغفار کرو' اور آئندہ بچنے کے لئے دوبارہ عزم کو تازہ کرو۔

غیبت: تمام خرابیوں کی جڑ:

یاد رکھو! یہ غیبت ایسی چیز ہے جو فساد پیدا کرنے والی ہے' جھگڑے اس کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں' باہمی نااتفاقیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں' اور معاشرے میں اس وقت جو بگاڑ نظر آرہا ہے' اس میں بہت بڑا دخل اس غیبت کا ہے' اگر کوئی شخص شراب پیتا ہو (العیاذ باللہ) تو جو شخص ذرا بھی دین سے تعلق رکھنے والا ہے' وہ اس کو بری نگاہ سے دیکھے گا' اور اس کو برا سمجھے گا' اور یہ سوچے گا کہ یہ شخص بری لت کے اندر مبتلا ہے' اور جو شخص اس بری لت میں مبتلا ہو' وہ خود بھی یہ سوچے گا کہ مجھ سے بڑی غلطی سرزد ہورہی ہے' میں ایک بڑے گناہ کے اندر مبتلا ہوں' لیکن اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہے تو اس غیبت کے بارے میں اتنی برائی کا احساس اس کے دل میں پیدا نہیں ہوگا جتنا شراب پینے کے بارے میں پیدا ہوگا اور نہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں کسی بڑے گناہ کے اندر مبتلا ہوں' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گناہ کی برائی دلوں سے نکل چکی ہے' ورنہ دونوں گناہوں یعنی غیبت اور شراب پینے میں بحیثیت گناہ کبیرہ ہونے کے کوئی فرق نہیں' بلکہ غیبت شراب پینے سے زیادہ سخت گناہ ہے' اس لئے اس کی برائی کا احساس دلوں میں پیدا کرو کہ یہ کتنی خطرناک بیماری ہے۔

اشارہ کے ذریعہ غیبت کرنا:

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھیں' باتوں باتوں میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا' اب بتقاضۂ بشری سوکنوں کے درمیان آپس میں ذرا سی چشمک ہوا کرتی ہے' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد عام خواتین سے نسبتاً کم تھا' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کردیا' جس سے اندازہ ہو کہ وہ چھوٹے قد والی ہیں' زبان سے یہ نہیں کہا کہ وہ ٹھگنی ہیں' بلکہ صرف اشارہ کردیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! آج تم نے ایک ایسا عمل کیا کہ اگر اس عمل کی بو اور اس کا زہر سمندر میں ڈال دیا جائے تو پورے سمندر کو بدبودار اور زہریلا بنادے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے کے ذریعہ غیبت کی کتنی شناعت وقباحت بیان فرمائی ہے اور پھر فرمایا کہ کوئی شخص مجھے ساری دنیا کی دولت لاکر دیدے تو بھی میں کسی کی نقل اتارنے کو تیار نہیں' جس میں دوسرے کا استہزاء ہو' جس میں اس کی برائی کا پہلو نکلتا ہو۔

(ترمذی' ابواب صفۃ القیامۃ حدیث نمبر ۲۶۲۴)

غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں:

اب تو نقل اتارنا فنون لطیفہ میں داخل ہے اور وہ شخص تعریف وتوصیف کے کلمات کا مستحق ہوتا ہے' جس کو دوسرے کی نقل اتارنے کا فن آتا ہو' حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ کوئی شخص ساری دنیا کی دولت بھی لاکر دیدے تب بھی میں کسی کی نقل اتارنے کو تیار نہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے اہتمام سے ان باتوں سے روکا ہے' مگر ہم لوگوں کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ ہم شراب پینے کو تو برا سمجھتے ہیں' زنا کاری کو تو برا سمجھتے ہیں' لیکن غیبت کو برا نہیں سمجھتے' اس کو شیر مادر سمجھا ہوا ہے' ہماری کوئی مجلس اس سے خالی نہیں ہوتی' خدا کے لئے اس سے بچنے کا اہتمام کریں۔ یاد رکھیں! غیبت منافقین کا شیوہ ہے' اور منافقین جہنم کے سب سے بدتر درجہ میں ہوں گے۔

☆☆..........☆☆

عیادت کے آداب و تقاضے

صحت اور بیماری ہر مخلوق کے ساتھ لگی ہوئی ہے' روز ازل ہی سے اللہ کا یہ قانون جاری ہے کہ ہر اچھی چیز کے ساتھ بری چیز کو بھی پیدا فرماتا رہے تاکہ بری چیز کو دیکھ کر اچھی چیز کی قدر سمجھ میں آئے' چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ صرف اچھی ہی اچھی چیزیں دنیا میں پیدا کی جاتیں تو پھر بری چیزوں کی قباحت سے واقفیت ممکن نہیں تھی' یا دنیا میں صرف خراب ہی خراب چیزیں پیدا کی جاتیں تو پھر اچھی چیزوں کی اچھائی کا اندازہ انتہائی مشکل اور شاید ناممکن سا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دو پہلو رکھے تاکہ بری کو دیکھ کر اچھی کی قدردانی اور شکر کا جذبہ پیدا ہو' اور اچھی کو دیکھ کر بری سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنے کا ذوق پیدا ہو۔

بیماری اور صحت کے تمام جانداروں میں دو رخ ہیں' چنانچہ انسان ہو یا حیوان' جب صحت اور عافیت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو خوش و خرم اور اطمینان کے ساتھ رہتا ہے' اس کے برخلاف مصیبت و پریشانی یا بیماری کسی پر آجاتی ہے تو اس کا سکون غارت ہو جاتا ہے اور وہ تکالیف سے نکلنے کی حتی المقدور کوشش و سعی بھی کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔

ویسے بیماری ہو یا مصیبت' اس میں بھی بندہ کی بھلائی اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے' چنانچہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں' اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ۱/۱۳۴)

تکلیف گناہوں کا کفارہ ہے:

تکلیف چھوٹی ہو یا بڑی' تکلیف ہی کہلاتی ہے اور تکلیف کا فائدہ گناہوں کا کفارہ ہے' چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مفتی احمد عبدالحسیب تنویر قاسمی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جب بھی کوئی مصیبت' مشقت' بیماری اور غم پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں' چاہے کانٹا ہی چبھ جائے۔ (بخاری ۲/۷ مطبوعہ ریاض) نیز ایک اور حدیث میں فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار انسان کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ ۱/۱۳۵)

جس پر بیماری آتی ہے' چاہئے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرے' گناہوں پر ندامت سے توبہ کرے اس لئے کہ رجوع الی اللہ سے اللہ تعالیٰ مصائب کو دور فرما دیتے ہیں' کسی پر بیماری یا اور کوئی آفت و مصیبت آجاتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے' اس پریشانی کے دفعیہ کے لئے جس پر مصیبت یا بیماری آ پہنچی اس کے دوست احباب' رشتہ دار اعزہ و اقربا کو حکم دیا گیا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کی ہمت کا سامان بن جاؤ' اس کو حوصلہ دلاؤ' اس کی خیریت دریافت کرو' مریض سے کچھ ہنسی خوشی کے بول کہہ کر اس کو مطمئن کرو (مشکوٰۃ ۱/۱۳۷) اس کو "عیادت" کرنا کہتے ہیں' جس کے بڑے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

عیادت کا حکم آنحضرت ﷺ نے دیا:

سیدنا براء بن عازب فرماتے ہیں' ایک لمبی اور طویل حدیث ہے جس میں آپ نے سات کاموں کے متعلق ہم کو حکم دیا' منجملہ ان سات کے ایک مریض کی عیادت کرنا بھی ہے۔ (بخاری ۲/۷۴ مطبوعہ ریاض)

ایک اور حدیث میں تو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق سے متعلق فرمایا کہ کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں پر مریض مسلمان کی عیادت لازم ہے' یعنی صحت مند مسلمانوں کو

حق ہے کہ بیمار مسلمان کی عیادت کریں۔

اس حدیث میں لفظ حق استعمال ہوا ہے' عوام میں بالخصوص مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جو حق ہوتا ہے اس کو کسی بھی صورت میں حاصل کیا جائے یا حق حاصل کرنے کے لئے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت بھی پڑ جائے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے یا حق حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ ٹھیک ہے حق کو حاصل کرنا اچھا ہے مگر یہ (عیادت) سستا' آسان اور بغیر خرچ کے نفع دینے والا حق ہے اور اس کو نبی رحمت ﷺ نے حق شمار کروایا ہے' اس کے حاصل کرنے میں پیچھے رہنا کیسی نادانی ہے؟

ہمارا معاشرہ:

ہمارے معاشرہ میں عیادت کو ثواب سمجھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ دنیاوی مفادات اور اغراض کو عیادت کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے' چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے' چاہے وہ منصب میں ہو' عہدہ میں ہو' مال و دولت میں ہو یا اور کسی چیز میں ہو' بیماری چاہے چھوٹی سی کیوں نہ ہو' عیادت کو آنے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے' ایک سلسلہ چلتا ہے' صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے' مگر آنے والوں کی کمی نہیں ہوتی' چونکہ دنیاوی غرض وابستہ ہے' اس لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور بے چارہ غریب' جس کے پاس علاج کے لئے انتظام نہیں رہتا' دوائی کی خریداری کو برداشت نہیں کرسکتا' دوا خانوں کے غیر معمولی اخراجات کو برداشت کرنے کی جس میں سکت اور قدرت نہیں ہوتی' اس کی عیادت کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا' ان کے اخراجات پورے نہیں تو کچھ تو برداشت کئے جاسکتے ہیں' امرأ کے پاس میوہ اور نہ جانے کیا کیا چیزیں پہنچائی جاتی ہیں' ان بے چارے غریبوں کا کوئی پرسان حال ہی نہیں ہوتا' جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امیر اور غریب کا فرق ذرہ برابر نہیں تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو ایسے نرالے اور پسندیدہ تھے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے قائل ہیں۔

اپنے سے چھوٹوں کی عیادت:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک یہودی غلام (نوکر) جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہوگیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے' کچھ دیر بعد یہودی غلام سے فرمایا اسلام قبول کرلے' اس نے اپنے والد کو دیکھا جو اس کے پاس تھے' باپ نے (آپؐ کے اخلاق پر فدا ہوکر) کہا: ابوالقاسم (یعنی آپ) کی بات مان لے' چنانچہ اس یہودی غلام نے اسلام قبول کرلیا۔

اس حدیث میں غور طلب امر یہ ہے کہ ایک غلام جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں تھی' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے بنفس نفیس تشریف لے گئے' جس کا اس کے باپ پر اثر ہوا' خود یہودیت پر رہتے ہوئے اپنے بیٹے کو حکم دیتا ہے کہ ابوالقاسم تیرے خیرخواہ ہیں' یہ جو کہتے ہیں' اس میں تیری خیر ہے' اس کو مان لے' چنانچہ اس یہودی غلام نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے' مریض کے قریب پہنچ کر یہ دعا پڑھی: "لا بأس طهور انشاء الله." (مشکوٰۃ ۱/۱۳۴)

اس حدیث پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی' جس کو کوئی خاص مقام نہیں دیا جاتا' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اس کے پاس پہنچ کر عیادت فرمائی' یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ عیادت کے لئے مرتبہ اور منصب نہیں دیکھنا چاہئے' اس لئے کہ عیادت دراصل تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے' چنانچہ جو شخص اللہ کا مقرب بن جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے تمام مسائل حل فرماتے ہیں۔

عیادت کا بدلہ:

عیادت کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان عیادت کے لئے ثواب کی امید رکھتے ہوئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس عمل کے عوض میں) عیادت کو جانے والے مسلمان کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور فرمادیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ۱/۱۳۵)

ایک اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی عیادت کے لئے صبح کے وقت جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان رات کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کے ستر ہزار فرشتے عیادت کو جانے والے

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں' یہاں تک کہ اس کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ ۱/۱۳۵)

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کے بارے میں' جو کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے' آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ تیرے لئے دنیا اور آخرت میں بھلائی ہو اور تیرا مریض کے پاس آنا مبارک ہو اور تجھ کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب ہو۔ (مشکوۃ ۱/۱۳۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے اور جب تک اس مریض کے پاس رہتا ہے گویا وہ رحمت کے دریا میں داخل رہتا ہے اور جب بیٹھ جاتا ہے تو اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو دریائے رحمت میں غوطہ لگا رہا ہے۔ (مشکوۃ شریف ۱/۱۳۸)

مندرجہ بالا احادیث کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کا فائدہ دراصل عیادت کرنے والے ہی کو ہوتا ہے' اس لئے عیادت (جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق کے عنوان سے بیان فرمایا ہے) کو باعث ثواب واجر سمجھ کر کرنا چاہئے۔

مریض سے دعا کروانا:

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی تم کسی مریض کی عیادت کے لئے پہنچو تو مریض سے دعا کی درخواست کرو اس لئے کہ مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کے برابر ہے۔ (مشکوۃ ۱/۱۳۸)

اس حدیث میں فرشتے کی دعا کے برابر کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے جب بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرشتوں کی دعا کو رد نہیں فرماتے' اس لئے کہ فرشتوں کی صفت ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے۔ (سورۃ تحریم) اسی طرح مریض بھی بیماری کی حالت میں گناہوں کے دھلتے رہنے کی وجہ سے گویا فرشتوں جیسا مقام رکھتے ہیں' اس لئے مریض کے پاس پہنچ کر دعا کی درخواست کرنے کا حکم دیا گیا۔

عیادت مختصر اور مفید ہونی چاہئے:

چونکہ عیادت سے بیمار کو سکون اور راحت ملتی ہے' اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ میرے خیر خواہ اور چاہنے والے اب بھی ہیں' چنانچہ وہ بیماری سے صحت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے' مگر ہر عیادت سے اطمینان اور سکون نہیں ہوتا' بعض مرتبہ لوگ ایسی عیادت کرتے ہیں کہ بیمار اکتا جاتا ہے اور عیادت سے مریض کو غیر معمولی تکلیف ہو جاتی ہے' اس لئے عیادت کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ مریض کے پاس کم بیٹھے اور شور نہ کرے' چونکہ مریض کے مزاج کو اور طبیعت کو دیکھے بغیر لوگ دیر تک عیادت کرتے ہیں' مریض کی اپنی حاجت (استنجاء بیت الخلاء سے فارغ ہونا یا اور کوئی ضرورت ہو سکتی ہے) اس لئے فرمایا: افضل عیادت وہی ہے جس میں جلد کھڑا ہونا پایا جائے۔ (مشکوۃ ۱/۱۳۸)

جلدی کھڑے ہونے کا مطلب:

عیادت کے لئے مریض کے پاس پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کے پاس پہنچتے تو "اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك" سات مرتبہ پڑھتے اور مریض پر دم کرتے' نیز اس دعا کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی موت کا وقت آ گیا' الگ بات ہے ورنہ اس دعا سے اللہ اس بیمار کو ہر بیماری سے صحت عطا فرمائیں گے' آپ "لا باس طهور انشاء الله" پڑھا کرتے تھے' یعنی اس بیماری سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے' پڑھ کر جلدی سے بیمار کے پاس سے نکل جانا چاہئے تاکہ بیمار اپنی دیگر ضروریات میں مصروف ہو سکے' اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من عاد منكم فليخفف" جب تم کسی کی عیادت کرنے جاؤ تو ہلکی پھلکی عیادت کرو۔ (الحدیث)

ابن مبارکؒ کا ایک عجیب واقعہ:

سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ بڑے پایہ کے عالم دین اور بزرگ تھے' آپ کا حلقہ بھی بڑا وسیع تھا' چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ بیمار ہو گئے' عیادت کے لئے آنے والے افراد کا سلسلہ جاری تھا' لوگ آتے' خیریت دریافت کرتے اور واپس چلے جاتے' ایک شخص عیادت کی نیت سے پہنچا اور جانے کا نام ہی نہیں لیا' اس کے موجود ہونے سے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو تکلیف ہو رہی تھی تو "عقلمند کو اشارہ کافی" کے محاورہ کے اعتبار سے حضرت نے فرمایا کہ بیماری الگ تکلیف تھی' عیادت کو آنے والوں کی تکلیف الگ ہے' نہ وقت دیکھتے ہیں اور نہ موقع دیکھتے ہیں (حقیقت میں اس نادان کو بھگانا تھا مگر وہ سمجھتا ہی نہیں تھا) اتنے میں اس شخص نے کہا کہ حضرت بات صحیح ہے' کیا دروازہ بند کر دوں؟ حضرت نے اشارہ کنایہ کو چھوڑ کر

ختم نبوۃ

صراحت کے ساتھ فرمایا: ہاں! باہر چلے جاؤ اور باہر سے دروازہ بند کرلو۔ (ماخوذ از اصلاحی خطبات ۱/۱۷۳)

اگر مریض بٹھالے تو اجازت ہے:

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیمار کے پاس عیادت کو آنے والے افراد میں مخصوص دوست و احباب بھی آتے ہیں اور بیمار ان کی آمد پر نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ ان کو اپنے پاس بٹھانا چاہتا ہے' ایسی صورت میں اجازت ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کی دل جوئی کی خاطر بیٹھ جائے' چنانچہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے والد بزرگوار حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں اصغر حسینؒ کے پاس عیادت کے لئے گئے اور "افضل العیادۃ سرعۃ القیام" (افضل عیادت جلد کھڑا ہونا ہے) پر عمل کرتے ہوئے جلدی سے عیادت کی اور نکلنے لگے' تو حضرت میاں اصغر حسینؒ نے فرمایا: "من عاد منکم فلیخفف" (تم میں سے کوئی عیادت کے لئے جائے تو ہلکی پھلکی عیادت کرے) میرے ہی لئے پڑھے تھے اور مجھ کو ہی اس کے لئے تختہ مشق بنا رہے ہو' پھر فرمایا کہ اگر مریض کو سکون اور راحت ملتی ہے تو بیٹھنے کی اجازت ہے اور پھر فرمایا کہ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ (ماخوذ از اصلاحی خطبات ۶/۱۴۷)

خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی کسی کے بیمار ہونے کی اطلاع ملے تو مریض کی عیادت کرکے نہ صرف مریض کو فائدہ پہنچایئے بلکہ اپنے اخروی اجر وثواب میں بھی اضافہ کروائیے' حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے عمل سے باہمی تعلقات استوار ہوتے ہیں اور محبت و انسیت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ (وماتوفیقی الا باللہ)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نادر واقعہ

حضرت اقدس مولانا محمد علی جالندھری نوراللہ مرقدہ' اپنے سفر حج وزیارت مدینہ منورہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ: ہمارے قیام مدینہ منورہ کے دوران ایک دن ہم نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا غریب عرب لڑکا آیا اور ان ہڈیوں کو چوسنے لگا جو ہم نے کھانے کے بعد پھینک دی تھیں' یہ وہ زمانہ تھا جب وہاں تیل نہیں نکلا تھا' اس بچے کو ایسا کرتے دیکھ کر میرا دل پسیج گیا کہ یہ ان محسنین کی اولاد ہے جنہوں نے تمام انسانوں کو انسانیت کی راہ دکھائی اور ٹوٹے ہوئے لوگوں کا تعلق کریم آقا سے جوڑ دیا' پوری دنیا کے انسان جنہیں کلمے کی دولت نصیب ہوئی' وہ انہی کے بھیک منگے ہیں' چاہئے تو یہ تھا کہ ہم لوگ ان کا پانی بھرتے اور ان کی جوتیاں سیدھی کرتے' یہ سوچ کر میری آنکھیں روئیں' میرے تمام ساتھیوں پر گویا گریہ طاری ہوگیا' میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ وہ اس بچے کو میرے پاس لائے' بچہ ڈر کر بھاگا مگر میرے ساتھی نے پیار محبت سے اس کو قابو کرلیا' ہم نے اس کو کھانا کھلایا اور عربی زبان میں اس سے کچھ گفتگو بھی کی' جب کچھ اجنبیت کے فاصلے سمٹے تو وہ ہم سے مانوس ہوگیا' پھر وہ بلاناغہ ہمارے پاس آتا اور ہم گداگروں کی میزبانی قبول کرتا' حتیٰ کہ پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شہر سے ہماری جدائی کا دن آ گیا' روانگی کے وقت ہم نے نہایت الحاح کے ساتھ یہ دعوت دی کہ وہ ہمارے ساتھ پاکستان چلے' ہم اسے پڑھائیں گے' اس کی شادی کریں گے' اس کا گھر بنائیں گے' وہ تیار ہوگیا' مگر ایک سوال اس نے ایسا کیا جس نے اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی اور ہم سنگدلوں کو رلا رلا کر نیم جان کردیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے گنبد خضرا' کی طرف انگلی کرکے کہنے لگا: "یہ پاکستان میں ہے؟" ہم نے رو کر کہا: "نہیں" "بس پھر کیا تھا؟ آہ بھر کر کہنے لگا: "ھا اللہ العظیم لن اذھب" (عظیم وجلیل پروردگار کی قسم! میں ہرگز نہیں جاؤں گا) یہ کہتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا' حتیٰ کہ روتے روتے نڈھال ہوگیا' اس کی عظمت اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وارفتگی اور اپنی حماقت اور بے بسی پر ترس کھا کر ہم اس قدر روئے کہ گویا پوری زندگی کی سیاہ کاریاں دھونے کا کریم آقا نے یہ ذریعہ بنادیا تھا' وہ منظر بڑا دیدنی تھا جب وہ ہمیں چھوڑ کر اس بے نیاز غنی کی طرح گھر جا رہا تھا جو لپٹ کر مانگنے والے فقیر کو کہہ دیتا ہے: "بابا معاف کرو" اور ہم اس سائل کی طرح اسے دیکھ رہے تھے جو بے نیاز امیر کی طرف ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھ رہا ہو جس سے اسے بھیک ملنے کی امید ہو۔ (تلخیص از حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مولفہ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری)

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوۃ

ابراہیم ثانی اور ظلی حج

قادیانی دعوؤں کے دو رُخ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

قارئین کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد ''مسیح قادیان'' کی ''مسیحی امت'' کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے' جو ان کے ''دین مسیحی'' میں مسلمانوں کے حج کا درجہ رکھتا ہے۔ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کا ارشاد ہے:

الف:...... ''اللہ تعالیٰ نے ایک اور ''ظلی حج'' مقرر کیا تاکہ وہ قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے (یعنی مرزائی) اور تاکہ وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان' اس میں شامل ہوسکیں۔''

(الفضل یکم دسمبر۱۹۳۲ء)

ب:...... ''آج جلسہ کا پہلا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ حج خدا تعالیٰ نے مؤمنوں کی ترقی کے لئے مقرر کیا تھا' آج احمدیوں کے لئے دینی لحاظ سے تو حج مفید ہے مگر اس سے جو اصل غرض تھی' یعنی قوم کی ترقی تھی' وہ انہیں حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں جو احمدیوں کو قتل کردینا بھی جائز سمجھتے ہیں (کیوں؟ ....ناقل) اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے (تاکہ قادیانیوں کا قبلہ بھی مسلمانوں سے جدا ہوجائے۔ ناقل)۔'' (خطبہ جمعہ از مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ برکات خلافت مجموعہ تقاریر مرزا محمود جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء)

قادیانی امت کے ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے:

''جیسے احمدیت (یعنی مرزائیوں کے مسیحی مذہب۔ ناقل) کو چھوڑ کر پہلا' یعنی مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے' وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح اس ظلی حج کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے کیونکہ وہاں پر آج کل کے مقاصد پورے نہیں ہوتے (غالباً چندہ نہیں ہوتا۔ ناقل)۔''

(پیغام صلح جلد ۲۱ مورخہ ۱۹/ اپریل ۱۹۳۳ء' قادیانی مذہب فصل ۷)

مرزائیوں کا یہ ''مسیحی حج'' تقسیم ملک سے پہلے ''ارض حرم'' (قادیان) میں ہوتا تھا' اور قیام پاکستان سے جب یہ ''ارض حرم''''دارالہجرة'' بن گئی تو وہاں کے تمام ''انوار خلافت'' بشمول بہشتی مقبرہ و مسجد اقصیٰ' دارالخلافت ''ربوہ'' (حال چناب نگر) میں ہجرت کر آئے' اور تب سے یہ ظلی حج مبارک وہاں ہونے لگا (اور اب جب سے قادیانیوں کے موجودہ سربراہ یا بالفاظ دیگر رئیس المنافقین مرزا طاہر احمد صاحب ام الفتن برطانیہ میں پناہ گزین ہوئے ہیں' یہ ''ظلی حج'' اب وہاں ہونے لگا ہے' گویا اب قادیانیوں کا ''قبلہ'' درست ہوگیا ہے' انہوں نے وہاں اپنا ''اسلام آباد'' بھی بنالیا ہے اور اپنے لئے ''میدان عرفات'' بھی تلاش کرلیا ہے اور وہ اپنے حقیقی ''تخلیق کنندہ'' کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں اور اب اسی کی ''لبیک'' پڑھتے ہیں۔ مدیر)۔

''مسیح قادیان'' اور ان کے ''مسیحی خلفا'' نے بھی اگرچہ اس ظلی حج مبارک کے بہت سے فضائل اپنی امت کو بتائے مگر ''الفضل'' نے اس سلسلہ میں ایک ایسا بدیع نکتہ ارشاد فرمایا ہے جو شاید ان کے ''مسیح موعود'' کو بھی نہیں سوجھا ہوگا۔ اس دلچسپ نکتہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو انہیں حکم ہوا کہ صفا پہاڑی پر کھڑے ہوکر حج کا اعلان کرو' لوگ اطراف عالم سے تمہاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے حج بیت اللہ کے لئے دوڑتے ہوئے آئیں گے:

"یَـأْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔" (الحج:۲۷)

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت تک جن خوش بخت افراد کے حق میں حج بیت اللہ کی سعادت لکھی تھی' وہ اصلاب آباء' ارحام امہات اور عالم ارواح ہی میں ابراہیمی آواز پر "لبیک اللّٰھم لبیک" پکار اٹھے' اس تمہید کے بعد اب "الفضل" کا نیا "مسیحی نکتہ" پڑھئے:

"اس بابرکت اور مقدس للّٰہی جلسہ سالانہ (ظلی حج) کے مقدس ایام پھر قریب آپہنچے ہیں' اس میں شمولیت اختیار کرنا دراصل اس آسمانی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت حاصل کرنا ہے جو ابراہیمی سنت کی اتباع میں خدا تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن کے ماتحت اس دور کے ابراہیم ثانی (مرزا غلام احمد مسیح قادیان) نے آج سے ۸۳ سال پہلے بلند کی تھی اور جس کے متعلق خدا نے "یاتین من کل فج عمیق" کی بشارت دے کر اس میں شمولیت کو ہر صاحب استطاعت احمدی (مرزائی) کے لئے لازمی قرار دیا تھا۔ ابراہیم ثانی کے سدھائے ہوئے وفا شعار پرندے (مرزائی حضرات) اپنے عمل سے دنیا کو ایک دفعہ پھر بتادیں گے کہ اس زمانہ میں خدا کے مسیح (مرزا غلام احمد مسیح قادیان) نے باذن اللہ جن مردوں کو زندہ کیا تھا (یعنی مسلمانوں سے مسیحی مرزائی بنایا تھا) ان پر کبھی موت وارد نہیں ہوسکتی۔"

(روزنامہ "الفضل" ۱۹/ دسمبر ۱۹۷۴ء)

بین القوسین کے تشریحی الفاظ کا اضافہ ہم نے کیا ہے جو "الفضل" کے منشا کے مطابق ہے۔

"الفضل" کی نکتہ طرازی کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف تعمیر کیا تھا' اور مرزائیوں کے ابراہیم ثانی مرزا غلام احمد نے "قادیان شریف" میں "خدا کا گھر" بنالیا۔

۲:...... ابراہیم علیہ السلام نے مکہ والے بیت اللہ کے حج کی آواز لگائی تھی' اور "مسیح قادیان" نے ۸۳ سال پہلے "حج قادیان" کے لئے آسمانی آواز لگائی۔

۳:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کے بارے میں بشارت دی کہ تمہاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے فرزندانِ توحید اطراف و اکناف سے پروانہ وار جمع ہوں گے: "یَـأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔" اور قادیانی ابراہیم کو بھی بشارت "حج قادیان" کے متعلق ہوئی۔

۴:...... حج کعبہ ہر مسلمان پر بشرط استطاعت عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے' مگر مسیح قادیان کی مسیحی امت پر قادیان کا "حج" (اور اب برطانیہ کا "حج"۔ مدیر) ہر سال فرض لازم ہے۔

۵:...... مسلمان ندائے ابراہیمی پر لبیک کہتے ہوئے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں' اور مرزا صاحب کی "مسیحی امت" قادیان (اور اب برطانیہ) کے حج و زیارت سے لطف اندوز ہوتی ہے' (اس طرح انگلستان اب مرزستان بن گیا) گویا:

سدھارے شیخ کعبہ کو یہ مرزستان دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا یہ مسیح کی شان دیکھیں گے

مرزائیوں کا "بیت اللہ" قادیان میں مرزا غلام احمد کی ذات شریف تھی' وہ فرماتے ہیں: "خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام: "بیت اللہ" بھی رکھا ہے" (اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۶)۔ جس طرح قادیان سے بہشتی مقبرہ' ربوہ میں منتقل ہوگیا' غالباً "بیت اللہ" بھی یہاں "بروزی طور پر" منتقل ہوگیا ہوگا۔

ہمیں ظلی حج سے مطلب نہیں' ان کا دین و مذہب ان کو مبارک رہے' وہ ابرہہ کی طرح قادیان میں "بیت اللہ" بنالیں یا ربوہ میں مسجد اقصیٰ تعمیر کرلیں' اس کے لئے حج کی آسمانی آوازیں لگائیں' یا "لبیک اللّٰھم لبیک" کے ترانے گائیں' وہ انسانوں کی صف میں شامل رہیں یا "سدھائے ہوئے پرندے" بن کر بیسویں صدی کا نیا کرشمہ (تبدیلی جنس) دکھائیں' بہرحال انہیں اپنے "مسیحی دین" کے اندر رہتے ہوئے ہر طرح کی آزادی ہے' جو چاہیں کریں' مگر مسلمانوں کی جانب سے "مسیح کے وفادار پرندوں" سے یہ مؤدبانہ التماس بے جا نہ ہوگی کہ وہ اپنی بلند پروازی کی دھن میں اسلامی شعائر کی مٹی پلید نہ کیا کریں' ان کی اس اونچی اُڑان سے ان کے نیازمندوں کو اذیت ہوتی ہے' مسلمانوں کے لئے (مرزا محمود سابق خلیفہ قادیان کے) اس قسم کے فقرے بے حد تکلیف دہ ہیں کہ:

"ہمارا جلسہ (پہلے قادیان' پھر ربوہ اور اب برطانیہ کا ظلی حج) شعائر اللہ ہے' بلکہ ہر آنے والا شعائر اللہ ہے اور "و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب" کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی عظمت کرتا ہے وہ اپنے تقویٰ کا ثبوت دیتا ہے۔"

(الفضل ۱۹/ دسمبر ۱۹۷۴ء)

ہمارے نزدیک (سالانہ جلسہ میں) آنے والے ہر مرتد کو شعائر میں شمار کرنا "شعائر اللہ" کی توہین ہے' یہ اسرار معرفت قادیان کے "دار الفکر" اور

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ربوہ کے "منارۃ المسیح" (یا برطانیہ کے "اسلام آباد") ہی میں بند رہنے چاہئیں۔ اسلام سے مذاق مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

کذب وافتراء کا نیا ریکارڈ:

اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والوں کو قرآن حکیم میں سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ....." ()

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا بدترین جرم اور مسخ عقل و فطرت کی علامت ہے' ارشاد نبوی ہے:

"جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔"

مرزا غلام احمد "مسیح قادیان" تو اس دائمی ضلالت کی سرگردانی میں مدۃ العمر مصروف رہے' مگر اس کذب و افتراء کی ایک مثال مرزائی "مولوی فاضل" ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری صاحب نے بھی پیش کی ہے' سنئے:

افتراء علی اللہ:

"اسلام نے سورج اور چاند کے گرہن کا ذکر فرمایا ہے' قرآن پاک نے اسے مختلف پیرایوں میں انقلاب عظیم اور قیامت کی نشانی بھی ٹھہرایا ہے۔"

(روزنامہ "الفضل" ۹/دسمبر ۱۹۷۴ء)

سورج یا چاند گرہن کا قیامت کی نشانی ہونا مرزائیوں کی "مسیحی انجیل" میں کہیں لکھا ہو تو ہو' مگر قرآن پاک میں کہیں اس کا نام و نشان نہیں' اسے قرآن کی جانب منسوب کرنا محض کذب اور افتراء علی اللہ ہے۔ (مسیح قادیان صاحب کی وحی و الہام کا مجموعہ انجیل "البشریٰ" ہے)۔

افتراء علی الرسول:

اللہ دتہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میری امت کی رہبری و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کو مبعوث فرمائے گا' اس کی شناخت کے سلسلہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ...الخ۔" (دارقطنی ص۱۸۸) کہ ہمارے مہدی کے لئے یہ دو نشان مقرر ہیں اور یہ نشان ہمارے ہی امام مہدی کے ظہور کے ساتھ مختص ہیں' اسی کے لئے بطور دلیل صداقت ظاہر ہوں گے اور یہ صورت ابتدائے دنیا سے امام مہدی کے وقت میں ہی پیدا ہوگی' یعنی یہ کہ:

۱:...... امام مہدی ہونے کا دعویدار موجود ہو۔

۲:......رمضان کا مہینہ ہو۔

۳:...... چاند کی تاریخہائے خسوف میں سے اسے پہلی تاریخ کو گرہن لگے۔

۴:......سورج کی تاریخہائے کسوف میں سے اسے درمیانی تاریخ کو گرہن لگے۔" (حوالہ بالا)

اس عبارت میں "مسیحی مولوی فاضل" نے دو وجہ سے افتراء علی الرسول کیا ہے۔

اول:...... یہ کہ موصوف نے دارقطنی کا حوالہ دیا ہے' اور اس میں یہ قول امام باقرؒ کی جانب منسوب کیا گیا ہے' اور محدثین کی تصریح کے مطابق یہ نسبت بھی محض غلط اور بازاری گپ ہے' جو عمرو بن شمر اور جابر جعفی ایسے کذابوں نے حضرت امام باقرؒ کے سر دھری تھی' مگر ان "بزرگوں" کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس بےتکے اور من گھڑت افسانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے منسوب کر ڈالیں' مگر شاباش! اور صد آفرین! کہ مسیح قادیان کے مسیحی مولوی فاضل اللہ دتہ جالندھری نے اس افترائی روایت کو ارشاد نبویؐ قرار دے کر کذب وافتراء کا نیا ریکارڈ قائم کر دیا:

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

دوم:...... یہ کہ موصوف نے اس موضوع روایت کے اصل الفاظ ذکر نہیں کئے' نہ ان کا ترجمہ کیا' بلکہ اس جھوٹی روایت کی خود ساختہ تشریح اور من مانا مفہوم گھڑ کر اس کو فرمودۂ رسول بتادیا' یہ کذب در کذب (ڈبل جھوٹ) بھی مسیح قادیان کی "مسیحی امت" کا ہی کارنامہ ہوسکتا ہے۔ ابوالعطاء جالندھری صاحب مولوی فاضل ہیں' انہیں خوب علم ہے کہ یہ روایت سراپا کذب ہے' مگر ان کی مشکل یہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے حق میں جس قدر صحیح حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں' ان میں سے ایک بھی تو ان کے "خانہ ساز مہدی" پر چسپاں نہیں ہوتی' اس لئے انہوں نے اپنے مہدی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تقلید میں من گھڑت روایتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے کا راستہ اختیار کرلیا' حالانکہ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس گرداب سے نکلنے کی ہمت کرتے' لیکن:

"وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ"

ختم نبوۃ

نُوْرًا فَمَالَهُ مِن نُّوْرٍ ‘‘۔

تاریخی جھوٹ:

ابوالعطا صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’یہ (مذکورہ بالا) چاروں امور (یعنی مدعی مہدویت کی موجودگی، رمضان کا مہینہ ہونا، اس کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور درمیانی تاریخ کو سورج گرہن ہونا) دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی دفعہ سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ مہدویت کے وقت ۱۳۱۱ھ میں جمع ہوئے، نہ اس سے پہلے ایسا واقعہ ہوا، نہ آئندہ کبھی یہ چاروں امور اکٹھے ہوں گے۔‘‘ (حوالہ بالا)

’’مسیحی مولوی فاضل‘‘ کا یہ دعویٰ کہ کسوف و خسوف (یعنی چاند کی تاریخ ہائے خسوف میں سے پہلی تاریخ کو اور سورج کی تاریخ ہائے کسوف میں سے درمیانی تاریخ کو انہیں گرہن لگنا) کا رمضان میں اجتماع صرف ۱۳۱۱ھ میں ہوا، خالص تاریخی جھوٹ ہے، کیونکہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں (۱۸ھ سے ۱۳۱۲ھ تک) ساٹھ مرتبہ رمضان المبارک میں اجتماع کسوفین ہوا (یعنی سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں واقع ہوئے)۔ ایران میں مرزا علی محمد باب نے ۱۲۶۰ھ میں مہدویت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے (دعویٰ مہدویت کے) ساتویں سال رمضان ۱۲۶۷ھ مطابق جولائی ۱۸۵۱ء میں ۱۳ اور ۲۸/ رمضان کو خسوف و کسوف کا اجتماع ہوا (دیکھئے ’’رئیس قادیان‘‘ جلد دوم ص ۱۹۹ مؤلفہ مولانا ابو القاسم رفیق دلاوریؒ)۔

اس طرح ’’مسیحی مولوی فاضل‘‘ صاحب کا یہ دعویٰ بھی تاریخی طور پر لغو ہے۔ ۱۳۱۱ھ کا اجتماع خسوف و کسوف ان کے ’’مسیح قادیان‘‘ کے لئے صرف نشان کذب تھا، کیونکہ ٹھیک اسی زمانہ میں محمد احمد مہدی سوڈانی بھی مسند مہدویت پر جلوہ افروز تھا، اگر اس بے سروپا گپ سے مسیح قادیان کی مہدویت کا ثبوت نکلتا ہے تو مرزائی امت کو مہدی سوڈانی کی ’’بعثت‘‘ پر بھی ایمان لانا چاہئے۔

ہمیں قادیانی امت کی اس دیدہ دلیری اور جرأت بے جا پر افسوس ضرور ہے، مگر اس پر ذرا بھی تعجب نہیں کہ وہ خدا و رسولؐ پر دروغ بافی اور افترا پردازی کیوں کرتے ہیں؟ اور تاریخ کے انمٹ حقائق سے آنکھیں بند کرکے واقعات کو مسخ کیوں کرتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہے کہ اہل باطل زنادقہ کا دامن دلیل و برہان کے جوہر سے ہمیشہ خالی رہا ہے، ان کی صغریٰ کبریٰ کی کل کائنات اِدھر اُدھر کی ژٹلیات، بے سروپا افسانے اور من گھڑت روایات کا پلندہ رہی ہے، ان کے دعاوی باطلہ کا کھوٹا سکہ مسخ حقائق کی اندھیر نگری میں ہی چل سکتا ہے، زنادقہ کی یہی تکنیک مرزا غلام احمد ’’مسیح قادیان‘‘ نے اختیار کی اور کانٹوں کے اسی جنگل میں ایک صدی سے ان کی ’’مسیحی امت‘‘ بھٹک رہی ہے۔ و یضل اللّٰہ الظالمین و یفعل اللّٰہ ما یشاء۔

گدی، سازش اور ڈھونگ:

قارئین کو علم ہے کہ مسیح قادیان کی ’’مسیحی امت‘‘ کے دو بڑے فرقے ہیں: لاہوری، قادیانی ثم ربوی۔ ہمیں فرقہ ربویہ سے زیادہ لاہوری پر رحم آتا ہے، مرزا صاحب کی ’’مسیحی نبوت‘‘ کے تمام فوائد (از قسم گدی نشینی وغیرہ) تو فرقہ ربویہ نے سمیٹ لئے، مگر ’’مسیح صاحب‘‘ کے دامن مسیحیت سے وابستہ ہونے کے سبب لاہوری فرقہ بھی ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلہ کی رو سے خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ لاہوری فرقہ کا آرگن ہفت روزہ ’’پیغام صلح‘‘ متواتر صدائے احتجاج بلند کررہا کہ ہم تو ’’حضرت مسیح قادیان‘‘ کو چودھویں صدی کا مجدد ہی مانتے ہیں، ہمیں آئینی فیصلے کی زد میں کیوں لایا گیا؟ اس سلسلہ میں ’’پیغام صلح‘‘ کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

’’مولانا نور الدین صاحب خلیفہ جماعت احمدیہ کے بعد حضرت مرزا صاحب (مسیح قادیان) کے لڑکے مرزا بشیرالدین محمود نے، جو کہ اپنی ’’انصار اللّٰہ‘‘ پارٹی کی سازش اور کوششوں سے خلیفہ ثانی بنا اور جس نے اپنی گدی اور خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ عقیدہ تراشا کہ جو کوئی مسلمان خدا کے مامور (مرزا غلام احمد) کو نہ مانے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (مرزا غلام احمد صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ان کو نہ ماننے والے کافر، جہنمی اور مردہ ہیں، ان کے ساتھ نماز پڑھنا مرزائیوں کے لئے حرام اور قطعی حرام ہے، ورنہ ان کے عمل حبط ہوجائیں گے۔ حوالے کے لئے دیکھئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹، انجام آتھم صفحہ ۶۲، تذکرہ صفحہ ۳۴۳ طبع دوم، اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴)

’’مرزا محمود احمد صاحب

جماعت قادیان کے خلیفہ اور مطاع الکل بنے رہے اور ۱۹۴۷ء میں

ختم نبوت

پاکستان بننے پر قادیان سے ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور ربوہ شہر کی بنیاد رکھی احمدیہ لاہوری جماعت کا ربوہ والوں سے کوئی اشتراک عمل و عقائد نہ تھا اور نہ اب ہے۔" "یہ بات کہ مرزا محمود احمد صاحب نے صرف اپنی خلافت اور خاندانی گدی قائم کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا تھا اس امر سے ثابت ہے کہ ۱۹۵۳ء کے منیر انکوائری کمیشن کے سامنے مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد کو صرف اسی قسم کا نبی قرار دیا جس کے انکار سے کوئی مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔"

(ہفت روزہ "پیغام صلح" لاہور ۴/دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۹، ۸ ملخصاً)

خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نبی ہونے پر تو دونوں پارٹیوں کا اتفاق ہے، صرف "نبوت کی کوالٹی" میں اختلاف ہے کہ وہ اعلیٰ کوالٹی کے نبی تھے یا گھٹیا کوالٹی کے؟

لاہوری فرقہ کی خدمت میں یہ گزارش بے جا نہ ہوگی کہ سوال ربوہ والوں سے اشتراک عمل و عقائد کا نہیں بلکہ سوال مرزا غلام احمد سے اشتراک عمل و عقائد کا ہے۔ اگر آپ مرزا غلام احمد کے ملحدانہ دعاوی اور عقائد و نظریات پر دو حرف بھیج کر اظہار نفرین کرنے کے لئے آمادہ ہوں تو بسم اللہ! تشریف لایئے! اسلام کے دروازے آپ کے لئے بند نہیں، دیکھنا صرف یہ ہے کہ آپ کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا نام نہاد "بروزِ محمد" (غلام احمد) سے؟

موت و انجام:

"پیغام صلح" نے ۱۱/دسمبر ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں صفحۂ اول پر استفہامیہ عنوان قائم کیا: "ہمارا انجام کیا ہوگا؟" اور اس کے ذیل میں "مسیح قادیان" کا ایک طویل اخلاقی ارشاد نقل کیا، اس کا حسب ذیل اقتباس قادیانی امت کے لئے دعوت فکر ہے:

"اور جو شخص کہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں حالانکہ نہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے، وہ بہت ہی بُری موت مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے۔"

بہت خوب! آیئے اسی معیار پر "قادیانی مسیح" کو جانچیں۔ جہاں تک مرزا صاحب اور ان کی امت کے "نہایت ہی بد اور قابل عبرت انجام" کا تعلق ہے؟ اس کی شہادت دینے کے لئے تو ایک صدی کی تاریخ کافی ہے اور ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے بعد تو اس پر مزید بحث کرنا بھی عبث معلوم ہوتا ہے، ہاں! "نہایت ہی بد اور قابل عبرت انجام" کی کوئی اس سے بھی بڑی ڈگری مرزا صاحب کی "مسیحی امت" کو مطلوب ہے تو اس کی تعیین فرمائیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے بڑے ہی وسیع ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں وہ بڑی ڈگری بھی عطا فرمادے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

جہاں تک "بہت ہی بری موت" کا سوال ہے؟ تو وہ بھی مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے منہ مانگی عطا فرمائی۔ "مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ" میں اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے لکھوایا تھا:

"پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے، جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (مولوی ثناء اللہ صاحب) پر میری (یعنی مرزا کی) زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

جناب مرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو بمرض وبائی ہیضہ چند گھنٹوں میں کوچ کر گئے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو مرزا صاحب کی موت کے چالیس سال بعد تک زندہ سلامت رکھا۔ گویا مرزا صاحب کی موت نے "آخری فیصلہ" کر دیا کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں تھے، کیونکہ ان کی موت مولانا ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں بقول ان کے "خدائی ہاتھوں کی سزا" ("وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے") سے ہوئی۔

مرزا صاحب کی موت کس عارضہ سے ہوئی؟ اس کے لئے کسی ڈاکٹری رپورٹ کی احتیاج نہیں بلکہ مرزا صاحب کے "مقدس صحابی" اور "قابل احترام خسر" جناب میر ناصر نواب صاحب کی ثقہ روایت سے خود مرزا صاحب کا اپنا "اقرار صالح" موجود ہے۔ میر صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا جب

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

آپ کو سخت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا' جب میں حضرت (مرزا) صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو (آپ نے) مجھے مخاطب کرکے فرمایا: ''میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔'' اس کے بعد کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں آپ نے نہیں فرمائی' یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔'' (حیات ناصر ص۱۴)

لیجئے! ''بہت ہی بری موت'' کے تینوں مرحلے اللہ تعالیٰ نے خود مرزا جی کی زبان وقلم سے طے کرادیئے' یعنی پہلے ان سے لکھوایا کہ مفتری بہت ہی بری موت مرتا ہے' پھر اس کی تعیین بھی انہی کے قلم سے کرادی کہ طاعون اور ہیضہ کی موت ہی وہ ''بہت ہی بری موت'' ہے جو بطور سزا (''انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ'') ''خدا تعالیٰ کے ہاتھوں'' سے کسی سرکش مفتری کو دی جاتی ہے' اور پھر خود انہی کی زبان سے یہ اقرار بھی کرادیا کہ وہ ''وبائی ہیضہ'' سے ''بہت ہی بُری موت'' مر رہے ہیں' اور ان کا یہ اقرار ریکارڈ پر موجود ہے' اس کے بعد بھی ''پیغام صلح'' کو ''بہت ہی بری موت'' اور ''نہایت ہی بد اور قابل عبرت انجام'' میں شک و شبہ ہو تو اس کا کیا علاج؟ فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَ لٰـکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) پر رحم فرمائے اور انہیں تمام شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

☆☆............☆☆

ملک میں قادیانیوں کا کلیدی آسامیوں پر براجمان ہونا ایک بہت بڑی سازش کا پیش خیمہ ہے

ٹنڈو آدم (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں مولانا احمد میاں حمادی' مولانا نذیر احمد تونسوی' مفتی حفیظ الرحمٰن' مولانا ابوطلحہ راشد مدنی' مولانا طاہر مکی' مولانا زاہد حجازی نے کہا کہ موجودہ دور عالم اسلام کیلئے انتہائی آزمائش کا دور ہے۔ عالم کفر منظم ہوکر امت مسلمہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا پروگرام بنا چکا ہے۔ اس انتہائی نازک ترین صورتحال میں اگر مسلمانوں نے اپنے باہمی اختلافات کو نظرانداز کرکے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ نہ کیا اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ آجکل قادیانی لابی ملک و ملت کے خلاف خطرناک سازشوں میں مصروف ہے جس کا بروقت نوٹس لیا جانا چاہئے اور ختم نبوت کے پروانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد وعزائم سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ معاشرہ میں ہر سطح پر قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ ہونا چاہئے کیونکہ قادیانی گروہ یہودی لابی کا پیدا کردہ فتنہ ہے اور اس فتنہ نے ہر دور میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف خطرناک سازشیں کی ہیں۔ آج بھی اسرائیل' بھارت اور دیگر اسلام دشمن قوتوں سے ان کے رابطے اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گوہر شاہی فتنہ بھی قادیانیت کا بغل بچہ ہے جس نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر مسلمانوں میں انتشار پھیلانے اور عالم اسلام کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کیلئے روحانیت کا ڈھونگ رچایا لیکن بروقت کارروائی کی وجہ سے اس کے کفریہ عقائد کھل کر عوام الناس کے سامنے آگئے۔ انہوں نے حکمرانوں کی توجہ اس معاملہ کی طرف دلاتے ہوئے کہا کہ پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں نظریۂ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے دشمن قادیانی افراد کا کلیدی آسامیوں پر براجمان ہونا ایک بہت بڑی سازش کا پیش خیمہ ہے اور مسلمان خصوصاً اسلامیان پاکستان اس قسم کی کسی بھی سازش کو برداشت نہیں کریں گے۔

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختمِ نبوّۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے۔ جس میں سیرت رسول آخرین، سیرت الصحابہؓ دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

- خریدار بنیئے ـــ بنائیے
- اشتہارات دیجئے
- مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءَ اللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے